بسم الله الرحمن الرحيم

الله اکبر

معاذ

د افغانستان ملي اسلامي محاذ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَ يَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ (۱۰۷: ۴-۷)

تو اے لوگو! حیف ہے اُن نماز گذاروں پر جو اپنی نماز کی اصلی غرض و غایت فراموش کر چکے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو محض دکھلاوے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں اور باہمی مصالحت اور اتحاد، رافت اور رحمت کے سبق کو پیش نظر نہیں رکھتے۔ ان کی باہمی کیفیتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں اور دل ایسے تنگ ہو گئے ہیں کہ محبت تو درکنار، وہ ایک دوسرے کو روزمرہ کے برتنے کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے مدد کرنا بھی گوارا نہیں کرتے

سرورق تصویر

ثمر خیل فوجی ڈویژن کی تسخیر کے بعد ملی اسلامی محاذ کے سرکیف مجاہدین جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قاتلوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم

سہ ماہی

محاذ

سال سوم | شمارہ دوم | مئی • جون • جولائی ۱۹۸۹ء

اس شمارے میں

- اداریہ - رسالہ النشور کی ایک خبر کے جواب میں
- غیر جانب دار عبوری حکومت
- پیر سید احمد گیلانی کا وائس آف امریکہ کے نمائندہ کو دیا گیا انٹرویو
- عدالت عالیہ کی سربراہی میں نے اس لئے قبول کی کہ آنیوالے وقت میں عام انتخابات کا انعقاد عمل میں لایا جائے، پیر سید احمد گیلانی
- آزادی کتنی پیاری ہے
- علوم القرآن کا ایک جائزہ
- ڈیا لکٹیک
- دنیا میں مہاجرین کی تعداد
- کمانڈر مرزا محمد قانع سے ایک انٹرویو
- روس کے مذموم عزائم
- افغانوں کی مدد (نظم)
- مسلمان حاکم اسلام کی نظر میں
- افغان مجاہدین روس کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے
- خلفائے راشدین کے پہلے قائد۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- مجھے فخر ہے کہ میں نے ایک آنکھ اور دو ہاتھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیئے
- فوجی قیادت
- کیمونسٹوں کی بوکھلاہٹ
- ادھوری محبت
- جہاد افغانستان تاریخ کے نازک موڑ پر

پتہ
کلچرل کمیٹی
محاذ ملی اسلامی افغانستان
کبابیان پشاور

بدل اشتراک
سالانہ :- ۸۰
ششماہی :- ۴۰
فی پرچہ : ۸

بیرونی ممالک
۳۰ ڈالر
سالانہ

اداریہ

رسالہ النور کی ایک خبر کے جواب میں

محترم مجاہدین اور مہاجر بھائیوں کو گزشتہ دس برس میں اندازہ ہوا ہوگا کہ مغربی پریس نے مجاہدوں کی کامیابی کے بارے میں بہت کچھ شائع کیا ہے۔ لیکن کبھی کبھی بہت سے نازک مرحلوں میں ایسے مواد کو بھی شائع کیا ہے۔ جس سے واضح طور پر ہمارے دین کے اور ملت کے دشمنوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔ اور اس طرح اس سے مجاہدوں کی صفوں میں افراتفری اور بے چینی کا ماحول پیدا ہوا ہے۔ بہرحال یہ تو باہر کے اخبار جو کہتے ہیں اور لکھتے ہیں مگر حیرانی تو اس پر ہے کہ ایک جہادی جریدہ کس طرح مغربی پریس کی طرح اشاعتوں میں مصروف ہو گیا۔ آیا النور رسالہ ایک جہادی رسالہ ہے اور یا ایک اخبار کا لوڈ سپیکر ہے؟ رسالے کے محترم لکھاری مہربانی کریں کہ اپنے نظامی دفتر کے ساتھ رابطہ قائم کریں اور معلوم کریں کہ روزانہ جہاد کے مقدس محاذوں پر ملی اسلامی محاذ کے کتنے نوجوان شہادت کا جام نوش فرماتے ہیں۔ اور مسلح جدوجہد کے بعد کتنی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے ہیں؟ شکاگو تریبون سے اخذ کردہ النور اخبار کا ڈرامہ یہ ہے "کہ گوا کی محاذ میں بعض گروپوں نے اتحاد کیا ہے اور اس طرح ان لوگوں کو سب سے پہلے قندھار اس کے بعد اور شہروں اور آخر میں کابل حکومت تسلیم ہو جائیگی اور اس طرح ایک سازش کے تحت ایک ایسی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے گا جو مجاہدوں کی خواہشات کے مطابق نہیں ہوگی۔

درحقیقت یہ ایک بے سروپا اور حقیقت سے بہت دور خبر ہے جو سراسر مذاق پر مبنی پروپیگنڈہ ہے اور ایک جہادی اخبار میں ایک ایسی من گھڑت خبر کا شائع کرنا مجاہدوں کی صفوں میں بداعتمادی اور مایوسی کی فضا کو پیدا کرنا ہے۔

اس نازک اور حساس وقت میں حریت پسند تنظیموں کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ مجاہدوں کے سیاسی واقعات کو ایسا رنگ دیں جس کی روشنی میں افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے راہ ہموار ہو جائے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے بہت سے جرائد جو سیاسی فہم سے عاری ہیں۔ بجائے اس کے جہاد کو تقویت دیں۔ کچھ ایسی کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ جس کے ذریعے مجاہدوں کی صفوں میں بے اتفاقی پیدا کرنا ہے۔

اسی حالت میں جب کہ ملی اسلامی محاذ کے قائد اور حزب اسلامی خالص گروپ کے قائد افغان مجاہدین کی عبوری حکومت میں شوریٰ کے ممبر ہیں۔ اگر کہیں حزب اسلامی خالص گروپ کے قائد ملی اسلامی محاذ کے جہاد کی صداقت میں کوئی شک کرتے ہیں۔ تو پھر ان کے ساتھ ایک اتحاد میں کبھی نہیں بیٹھتے۔

النور کے محترم لکھاری کہ آنکھیں کیوں ان عالمی اخباروں کی خبروں پر نہیں لگتیں۔ اور ان کو کیوں نہیں چھاپتے جن میں ملی اسلامی محاذ کے مجاہدوں کی کامیابیوں کا ذکر ہوتا ہے اور ان موضوعات کو مجاہدوں کی تقویت کے لئے کیوں نہیں چھاپا گیا؟ اور کیوں مجاہدوں میں تفرقہ ڈالنے چاہتے ہیں؟ کیوں آپ لوگ اپنے آپ پر اتنے بداعتماد ہو؟ اور کیوں اپنے آپ اور مجاہدین کو اتنا کمزور تصور کرتے ہو؟

ہمارے تمام جرائد، اخباروں اور خصوصاً النور جریدے سے یہ التجا ہے کہ تاریخ کے اس نازک مراحل میں مجاہدوں کی توجہ اسلام اور ملت کے دشمنوں کی طرف منبذول کرائیں نہ کہ

مجاہدوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے زہریلی خبریں شائع کریں۔

اسی حالت میں کہ ہمارا شکست خوردہ دشمن اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گنتا ہے اور جہاد کے محاذوں میں حریت پسند مجاہدوں کی طرف سے ان پر فولادی حملے جاری ہیں۔ ملی اسلامی محاذ افغانستان اور افغانستان کی اسلامی عبوری حکومت نے عام معافی کے اعلان کے مطابق کیلئے، وہ ورغلائے گئے لوگ جو دشمن کی سازش سے ہم سے جدا ہو گئے تھے اور اب پھر ہماری صفوں میں آنا چاہتے ہیں۔ دین اور ملت کے دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہونا چاہتے ہیں۔ ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ مزید خون خرابے کی جگہ بات چیت کے ذریعے کٹھ پتلی حکومت کا تختہ الٹا دیں۔

غیر جانب دار عبوری حکومت

"ایک غیر جانبدار عبوری حکومت کی تشکیل کے لئے کابل انتظامیہ کی معزولی ضروری ہے، تاکہ اس کی جگہ غیر جانبدار لوگ آگے آئیں"

"بعد ازاں ہم ان کے باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے ایک وسیع البنیاد حکومت کو تشکیل دیں گے"

"درحقیقت پہلی عبوری حکومت شوریٰ کو پیش کر دیں"۔

"شوریٰ اس کو اعتماد کا ووٹ دے گی ایسی صورت میں ضروری ہوگا کہ حکومت کی تمام انتظامیہ کی تجدید ہو جائے"۔

پیر سید احمد گیلانی

مندرجہ بالا باتیں ملی اسلامی محاذ افغانستان کے رہبر جناب محترم پیر سید احمد گیلانی صاحب نے ۲۱ جون ۱۹۸۹ء کو کابا بیان میں وائس آف امریکہ کے ایک رپورٹر کے ساتھ کی ہیں۔ جنہوں نے محاذ کے رہبر سے افغانستان کی تازہ ترین صورت حال پر انٹرویو کیا تھا۔ ملی اسلامی محاذ کے رہبر جناب پیر سید احمد گیلانی صاحب نے امریکی رپورٹر کے اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان کی وزیر اعظم کا دورہ امریکہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس میں انہوں نے مسئلہ افغانستان کی سیاسی حل کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ کہا۔

اس ضمن میں، میں نے پاکستان کی وزیر اعظم اور امریکہ کے صدر کے بیانات کا جائزہ لیا ہے۔ جس میں انہوں نے نہایت

دو ٹوک انداز میں مسئلہ افغانستان کے تصفیہ کی حمایت کی ہے اگر پاکستان اور امریکہ نے کوئی ایسی راہ تلاش کی جو ہماری خواہشات کے مطابق ہوں. وہ انتظامیہ جو روس کے بل بوتے پر افغانستان کے عوام پہ مسلط کی گئی ہے. اور جن کے خلاف افغانوں نے اپنے مقدس جہاد کو شروع کیا ہوا ہے اور جنہوں نے افغانوں سے آزادی چھین لی ہے. اس طرح اس رجیم کا خاتمہ یقینی ہو جائے اور افغانستان کے عوام کو حق خود ارادیت مل جائے. اور ایک ایسی حکومت کا قیام ممکن ہو سکے جو سب کے لئے قابل قبول ہو. تو میں بالکل ان سے متفق ہوں.

کیا آپ کو تشویش نہیں کہ معاہدہ ہونے کی صورت میں مجاہدوں کو ملنے والی امداد یا تو بند ہو جائے یا اس میں کمی واقع ہو جائے؟ اس سوال کے جواب میں جناب پیر سید احمد گیلانی نے کہا. یہ فکر مجھے پہلے ہی لاحق ہوئی تھی. اور اسی وجہ سے میں نے امریکہ کا دورہ کیا اور وہاں پر میں نے ذمہ دار شخصیتوں کے ساتھ باتیں کیں. ہر ایک نے اپنا نظریہ پیش کیا. لیکن امریکہ کے صدر جناب جارج بوش اور پاکستان کے وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو کے بیانات سے ثابت ہوا کہ دونوں حکومتیں ہماری مکمل اور آخری فتح تک ہمارا ساتھ دیں گی.

ایک اور سوال کے جواب میں کہ سیاسی حل کی ایک شرط نجیب کو حکومت سے ہٹانا ہے. لیکن دوسری طرف دو دن پہلے نجیب نے کابل ریڈیو پر اس شرط کے بارے میں کہا. کہ یہ ایک موزوں شرط نہیں. ضرورت اس بات کی ہے کہ حقیقتوں کو مدنظر رکھا جائے. کیونکہ کابل انتظامیہ بھی ایک حقیقت ہے. آپ کا ایسے سیاسی حل کے بارے میں کیا خیال ہے. جس میں کابل انتظامیہ کے کارندے بھی شامل ہوں. جناب پیر سید احمد گیلانی نے کہا.

ہمارا جہاد اس نظام کے خلاف ہے جو روسیوں کی طرف سے قائم ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس نظام کو کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے. ہماری دشمنی کسی ایک شخص کے ساتھ نہیں. چاہے جو کوئی بھی ہو. لیکن جس کا تعلق کمیونسٹ انتظامیہ سے ہو ہم ان کو قبول نہیں کر سکتے. درحقیقت ہم نہیں چاہتے کہ یہ نظام باقی رہے. وہ لوگ جنہوں نے کابل انتظامیہ کے ساتھ مل کر کام کیا ہے. ان کا انجام کیا ہوگا. اس سوال کے جواب میں پیر سید احمد گیلانی صاحب نے کہا.

وہ لوگ جنہوں نے کمیونسٹ نظام کو قبول کیا ہے اور ان کے لئے کام کیا ہے اور انہیں مضبوط کیا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنا مشکل ہے. اس کے برعکس جو لوگ مجبوری کی بناء پر کمیونسٹوں کے ساتھ کام کر چکے ہیں. تو ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی.

کیا ایسا کوئی منصوبہ زیر غور ہے جس کے نتیجے میں ایک غیر جانبدار حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے. جس میں نہ مجاہدین اور نہ کابل انتظامیہ شامل ہوں. اور پھر چھ مہینوں کے اندر اندر عام انتخابات اور یا لویہ جرگہ منعقد ہو. جس کے نتیجے میں ایک مضبوط اور دائمی حکومت کی تشکیل ممکن ہو سکے؟ پیر سید احمد گیلانی صاحب نے اس سوال کے جواب میں کہا.

موجودہ عبوری حکومت اس لئے بنائی گئی ہے تاکہ آئندہ ایک منتخب شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جائے. اور اس طرح یہ حکومت منتخب شوریٰ کی حمایت حاصل کر کے اپنے کام جاری کرے گی. بہ صورت دیگر ایک نئی حکومت کی تشکیل ہوگی. لیکن ایک دوسری حکومت کی تشکیل کوئی آسان کام نہیں. ایک عبوری حکومت کے قیام کے لئے موجودہ کابل انتظامیہ کی معزولی ضروری ہے تاکہ ان کی جگہ غیر جانبدار لوگ آگے آئیں تاکہ ان کی جگہ سنبھالیں. بعد ازاں ہم ان کے ساتھ باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے ایک وسیع البنیاد حکومت کو تشکیل دیں گے.

درحقیقت پہلی عبوری حکومت کے لئے صدر جمہور کا انتخاب ہوگا اور انہیں یہ اختیار حاصل ہوگا کہ یہ حکومت یا دوسری حکومت شوریٰ کو پیش کر دیں. شوریٰ ان کو اعتماد کا ووٹ دے گی. ایسی صورت میں ضروری ہوگا کہ حکومت کی تمام انتظامیہ کی تجدید ہو جائے. کیونکہ موجودہ حکومت ایک عبوری حکومت ہے جو منتخب شوریٰ کے قیام کے بعد وسیع البنیاد حکومت بنانے میں مدد دے گی.

بعض عناصر جن کے باہر رہنے میں کچھ کوتاہیاں سرزد ہو چکی

ہیں۔ ان کے آنے سے حکومت وسیع کیسے ہوگی؟ جناب پیر سید احمد گیلانی صاحب نے کہا۔

ہم کوشش کرتے ہیں کہ لائق اور تجربہ کار شخصیتیں ہمارے ساتھ اس حکومت میں شریک ہو جائیں۔ اور جو لوگ افغانستان کے اندر ہوں ہم چاہتے ہیں کہ ان کو بھی حکومت میں شامل کرلیں اور ہمارے وہ بھائی جو ایران میں رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی گفتگو جاری ہے۔ امید ہے کہ وہ بھی افہام و تفہیم کے بعد حکومت میں حصہ لیں گے۔

حزب اسلامی افغانستان کے رہبر اور افغان حکومت کے وزیر خارجہ جناب محترم گلبدین حکمت یار نے کئی بار کہا ہے کہ انگریزوں اور بھارت نے مشترکہ طور یہ سازش بنائی ہے کہ افغانستان کا سابق فرمانروا محمد ظاہر شاہ قندھار کو آئے گا۔ جس کے لئے قندھار کی انتظامیہ تسلیم ہو جائے گی۔ اس کے بعد کابل کی بھی یہی صورت حال ہوگی۔ آپ کا اس ضمن میں کیا خیال ہے اس پہ پیر سید احمد گیلانی نے کہا۔

میرے خیال میں یہ ایک فکر ہے۔ جس کی بغیر تشویش کے اور کوئی بنیاد نہیں۔ میرے خیال میں اگر کوئی شخص اتنا مقبول ہو کہ ایک صوبے کو جائے اور وہاں کے عوام ان کو تسلیم کرلیں تو وہ پھر سارے افغانستان پہ حکومت کر سکتا ہے۔ اس طرح ان کی مخالفت کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور میں یہ سوچنے پہ مجبور ہوں کہ پھر تو یہ ایک صوبہ کی بداعتمادی ہوگی جو گزشتہ دس سالوں سے مقدس جہاد میں مصروف رہے ہیں اور پھر کوئی ایسا کام کریں جو ان کے جہاد اور ملت افغانستان سے متصادم ہو۔ الغرض جو کوئی بھی ہو ضرورت اس بات کی ہے کہ افغانستان کے عوام کی اکثریت ان کی حمایت کریں تاکہ آسانی کے ساتھ ان کا انتخاب عمل میں لایا جاسکے۔

جیسا کہ آپ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس ہیں۔ اور ملک میں عام انتخابات کا انعقاد آپ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس ضمن میں بھی مختلف نظریے ہیں۔ مثلاً حکمت یار صاحب نے کئی بار یہ بات کہی ہے کہ موجودہ عبوری حکومت صرف چھ مہینوں کے لئے ہے جس کے ابھی صرف تین ماہ رہ چکے ہیں۔ اگر اس عرصہ میں انتخابات نہ ہوئے تو حکومت کی پوزیشن کیا ہوگی۔ جبکہ دوسری طرف عبوری حکومت کے سربراہ جناب حضرت صاحب نے یہ بات کہی ہے کہ عبوری حکومت کا دورانیہ ایک سال ہے اور یہ عرصہ تب شروع ہوگا جب عبوری حکومت افغانستان منتقل ہو جائے بعد ازاں ایک سال کے بعد انتخابات ہوں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ انتخابات کیسے اور کس صورت میں ہوں گے۔ پیر صاحب گیلانی نے جواب میں کہا۔

جناب حکمت یار صاحب کی بات درست ہے جب مشاورتی کونسل کا قیام عمل لایا گیا۔ تو اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ چھ ماہ کے بعد انتخابات ہوں گے۔ جس کا آخری دورانیہ ایک سال ہوگا۔ اگر ایک سال میں انتخابات نہ ہوئے۔ اور شوریٰ کا قیام بھی عمل میں نہ لایا گیا۔ تو یہ حکومت ختم ہو جائے گی اور اس کی دوبارہ تجدید ہوگی لیکن ہمیں امید ہے کہ چند مہینوں میں ایک منتخب شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ جو حکومت کو اعتماد کا ووٹ دے گی۔ جناب پیر سید احمد گیلانی صاحب نے کہا۔ کہ عبوری حکومت کا دورانیہ اس وقت سے شروع ہے جس وقت سے عبوری حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا ہے اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ حکومت کو ایک ماہ کے اندر اندر افغانستان منتقل ہونا چاہیئے۔ اس طرح کئی بار حکومت کی جانب سے افغانستان کے اندر اجلاس منعقد ہوئے۔ بہر حال حکومت کا دورانیہ شروع ہے۔ حکومت افغانستان کے اندر منتقل ہوئی ہے یا نہیں۔

بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ جہاد میں ذرہ سستی واقع ہوئی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ امریکی رپورٹر کی اس آخری سوال کے جواب میں جناب پیر سید احمد گیلانی نے کہا۔

میرے خیال میں مجاہدوں کی حکومت کے قیام اور جہاد کے خلاف عالمی پروپیگنڈے سے جہاد متاثر ہوا ہے۔ اگر ہم ایک صحیح شوریٰ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو اس سے جہاد کو اور تقویت مل سکتی ہے۔ ویسے ہمارا جہاد دن بدن مضبوط ہوتا جارہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس سال موسم سرما میں معمول سے زیادہ سردی پڑی جس کے نتیجے میں بیشتر راستے برفباری کی وجہ سے بند پڑے تھے۔ جس کی وجہ سے مجاہدین جہادی وسائل کو اچھے طریقے سے محاذوں تک نہ پہنچا سکے۔

میں اس پر فخر کرتا ہوں کہ مجھے نہایت ہی مقدس اور بھاری ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اس بھاری ذمہ داری سے اسلامی قوانین کے تحت عہدہ برآ ہوسکوں

جنگی مجرم چاہے کمیونسٹ ہو یا نہ ان کے ساتھ قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی،

ملی اسلامی محاذ افغانستان کے سربراہ پیر سید احمد گیلانی کے اس انٹرویو کا متن پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے ماہ حمل کی ۳۱ تاریخ بروز بدھ کابیان میں دائس آف امریکہ کے نمائندے کو دی

س۔ پیر صاحب افغانستان کی عبوری حکومت کی عدالتِ عالیہ میں جو عہدہ آپ کی تنظیم کے حصّہ میں آیا ہے۔ یہ آپ خود سنبھالیں گے یا کسی اور کو مقرر کریں گے ؟

ج۔ میں اس پر فخر کرتا ہوں کہ مجھے نہایت ہی مقدس اور بھاری ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے توفیق دے کہ میں ان بھاری ذمہ داری سے اسلامی قوانین کے تحت عہدہ برآ ہوسکوں۔ تاکہ خدا اور خدا کے بندوں اور ملّت افغانستان کی خوشنودی حاصل کرسکوں۔

س۔ بعض حکومتوں میں عدالت عالیہ علیٰحدہ اور مستقل حیثیت رکھتی ہے جو حکومت کے احاطے سے باہر ہوتی ہے افغان مجاہدین کی عبوری حکومت میں عدالتِ عالیہ کی کیا حیثیت ہے۔

جواب: عدالت عالیہ ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور حکومت کے سہ چند قوتوں میں سے ایک مستقل طاقت ہے

س: کیا عدالت عالیہ کی تشکیل اور تقرریوں کے سلسلہ میں کچھ ہوا ہے ؟

جواب: اس سلسلے میں ہم نے شریف اور سمجھ دار لوگوں کا چناؤ کیا ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد ہی اس کی تشکیل کے بارے میں حکومت کو رپورٹ پیش کی جائے گی۔

س: افغان مجاہدین کی عبوری حکومت کی عدالت عالیہ جس کی ذمہ داری آپ کے سر ہے۔ اگر افغانستان آزاد ہوجائے تو آپ کی نظر میں کمیونسٹوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا ؟

جواب: اسلامی قوانین کے ساتھ ان کے ساتھ کارروائی کی جائے گی۔ جو قانون اجازت دے گا۔ وہی کچھ ان کے ساتھ کیا جائے گا۔

سوال: بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بعض کمیونسٹ جو جنگ کے مجرم ہیں ان کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ ان کو ضرور ملک بدر کیا جائے گا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: جنگ کے مجرم کمیونسٹ ہو یا نہ، ان کے ساتھ قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

سوال: یہ طے کیا گیا تھا کہ حکومت کی تشکیل کے بعد چھ ماہ کے اندر عام انتخابات ہونگے تاکہ ایک شوریٰ اور

انتخابی حکومت کی تشکیل کی جا سکے۔ عام انتخابات کے انعقاد کی ذمہ داری کس پارٹی پر ہوگی؟

جواب: یہ کام صدر مملکت کے فرمان پر عدالتِ عالیہ کے سپرد کیا گیا ہے۔

سوال: اب تک اس سلسلے میں دو ماہ گذر گئے ہیں۔ اس عرصے میں کیا کام ہو چکا ہے

جواب: یہ حکم جو ہم تک پہنچا تو دو ماہ سے تھوڑا عرصہ گذرا ہے اور ہم حکومت کے ساتھ اس سوچ میں ہیں کہ مشترکہ طور پر ایک کمیٹی بنائی جائے جو انتخابات کی ذمہ داری حکومت اور عدلیہ کو سپرد کرے گی۔ انشاء اللہ وعدے کے مطابق عام انتخابات کے انعقاد کی ذمہ داری سرانجام دیگی

سوال: فی الحال عدالت عالیہ آپ کے زیر تحت ہے جن کا کام انتخابات کرانا ہے۔ چار ماہ باقی ہیں۔ کیا اس عرصہ میں انتخابات ممکن ہوں گے؟

جواب: ہم کوشش کرتے ہیں کہ ان چار ماہ میں انتخابات کے لئے ماحول ہموار کریں اور پھر عملی طور وقت مقررہ پر انتخابات کا انعقاد یقینی بنائیں۔

سوال: اگر چار ماہ میں انتخابات نہ ہوئے تو پھر عبوری حکومت کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہوگا۔

جواب: ہم امید رکھتے ہیں کہ وقت مقررہ پر شوریٰ کی تشکیل ہو جائے اور اس طرح پھر شوریٰ ان کو اعتماد کا ووٹ دے گی اور اگر نہیں دیتی تو یہ ان کی صوابدید پر ہے

سوال: عبوری حکومت میں کل سات تنظیم ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ تمام تنظیمیں اپنی کاموں میں مخلص ہیں اور اپنے منصوبوں پہ خوش ہیں کہ نہیں۔

جواب: امید ہے کہ یہ سات تنظیمیں مخلصانہ طور پہ اپنی فرائض سرانجام دیں گے۔ میں اپنی تنظیم کی جانب سے افغانستان کے تمام مسلمان ملت کو یہ تسلی دیتا ہوں کہ وہ وزارتیں جو محاذ کے حصہ میں آئی ہیں اپنے فرائض کو مخلصانہ طور پہ طور پہ سرانجام دیں گے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ ہر ایک تنظیم اپنی الگ الگ کمیٹیوں کی صلاحیتیں عبوری حکومت کے زیر تحت ان وزارتوں کو منتقل کرے گی۔ مثال کے طور پہ ایسی کونسی وزارت نہیں جن کو تنظیموں نے اپنی صلاحیتیں وقف نہ کی ہو۔

جواب: اب تک ایسی کوئی فعال وزارت نہیں لیکن امید رکھتا ہوں کہ مستقبل قریب میں ضرور وزارتیں فعال ہو جائیں گی۔

سوال: بعض تنظیموں کا یہ خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ کام تنظیموں کی صوابدید پہ ہونا چاہیئے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ان کمیٹیوں کو محاذ کے انڈر لایا جائے۔ اور کن کو حکومت کے سپرد کرنا چاہیئے۔

جواب: میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہر ایک کام تنظیم اور حکومت کے درمیان قریبی روابط [illegible] رکھے تاکہ حکومت کے مؤقف کو نقصان نہ پہنچے۔

سوال: اب جب کہ افغانستان کے مجاہدین کی عبوری حکومت کی تشکیل ہوئی ہے افغانستان کے سابقہ فرمانروا ظاہر شاہ افغانستان کے مسئلے میں کیا کردار ادا کر سکتا ہے۔ آیا اب بھی افغانستان کو اس کی خدمات کی ضرورت ہے کہ نہیں۔

جواب: یہ ملت افغانستان کی خواہشات پر مبنی ہے۔ ملت کے ارادے محاذ کے لئے نہایت ہی محترم ہیں اور ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں افغانستان کے سابقہ فرمانروا ظاہر شاہ بھی ملت افغانستان کا ایک فرد اور بزرگ ہے جنہوں نے چالیس سال تک افغانستان پہ حکومت کی ہے ان کے اس چالیس سالہ خدمات کو مدّنظر رکھتے ہوئے قوم اس کے ساتھ معاملہ کرے گی۔ امید ہے ان کا احترام کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے ملت کی دل آزاری ہوئی ہو۔

سوال: پاکستان کے ایک سیاسی لیڈر خان عبدالولی خان نے تجویز پیش کی ہے کہ تمام فریقین لویہ جرگہ کے ذریعے اپنے مسائل کا حل ڈھونڈیں۔ اور صلح کرائیں۔ اس تجویز کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے

جواب: منتخب شوریٰ بذات خود ایک لویہ جرگہ کی حیثیت

رکھتی ہے اور یہ وہی شوریٰ ہے جس کے لئے ولی خان نے اشارہ کیا ہے جب یہ منتخب شوریٰ کی تشکیل ہو جائے تو ملت کے منتخب نمائندے خود ایک بڑی طاقت ہیں اور ہم پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس شوریٰ سے لویہ جرگہ بنایئے اور اگر کوئی رہ گیا ہو تو ان کو ملت کے نمائندوں کے ساتھ دعوت دے دیں کہ اس شوریٰ میں شمولیت اختیار کریں آخر کار لویہ جرگہ وجود میں آئے گا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی افغانستان میں "لوئے جرگے" بن چکے ہیں جن کے دو لویہ جرگوں میں سے بھی چوتھے حصّے کا ایک نمائندہ تھا تیسرا حصّہ منتخب عوام اور ایک حصّہ بادشاہِ وقت کی صوابدید پر ہوا کرتا تھا۔

سوال: عدالت عالیہ کے سربراہ کے طور پر اگر افغانستان کی خلق ڈیموکریٹک پارٹی انتخابات میں شمولیت کی خواہش ظاہر کرے تو آپ کا ردّ عمل کیا ہوگا۔

جواب: ان کے ساتھ ہمارا کوئی کام نہیں۔ وہ ہمارے دشمن ہیں کیونکہ ان کے ساتھ ہم جنگ میں مصروف ہیں۔ یہ حق افغانستان کے مسلمان ملّت کا ہے کہ وہ ان کو یہ حق دیتا ہے یا نہیں اور جو قانون اس ضمن میں ہماری سپرد کی جائے گی ان کے مطابق ہم کارروائی کریں گے۔ صرف قانون کا لاگو کرنا ہمارا کام ہے نہ کہ قانون بنانا

سوال: میرا آخری سوال جلال آباد پر حملے کے بارے میں ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جلال آباد شہر پر مشترکہ حملے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ ملی اسلامی محاذ کے مجاہدوں نے اس مشترکہ منصوبے کے تحت وقت سے پہلے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں کافی مشکلات درپیش ہوئی آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب: یہ ایک ایسی مثال ہے جیسے دوڑ کا مقابلہ، سب کھڑے ہوتے ہیں جب اشارہ کیا جاتا ہے ایک آگے ہوتا ہے باقی پیچھے اور دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ جلال آباد پر حملے کے وقت ہمارے مجاہدوں کی پیش رفت ان کی ہمت کی دلیل ہے۔

سوال: یعنی محاذ نے مقررہ وقت پر حملہ کیا ہے۔

جواب: جی ہاں! محاذ نے بالکل مقررہ وقت پر حملہ کیا ہے۔

اقوالِ زرّیں

- خاموشی غصّے کا بہترین علاج ہے (عثمان غنیؓ)
- دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے (حدیث)
- کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے (حضرت علیؓ)
- ظالمین اور ان کے متعلقین سے معاملہ مت کر (عثمان غنیؓ)
- اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کرے (الحدیث)
- اتحاد میں فتح ہے اور نفاق میں شکست۔ (شیخ سعدیؒ)
- مہمان کے لئے زیادہ خرچ کرنا اسراف نہیں (حضرت عائشہ)
- روزے کے اجر و ثواب کی کوئی حد نہیں (حضورؐ)
- گناہ کسی نہ کسی صورت سے دل کو بے چین رکھتا ہے (حضرت عثمان)

عدالت عالیہ کی سربراہی میں نے اسلئے قبول کی کہ آنیوالے وقت میں عام انتخابات کا انعقاد عمل میں لایا جائے، پیر سید احمد گیلانی

کابل کے کمیونسٹوں کے ساتھ ہمارا جہاد حتمی اور فرض ہے۔ کیونکہ اب تک جو لوگ افغانستان پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ وہ ملحد ہیں جو کوئی بھی ان لوگوں کی متابعت کریں گے۔ وہ ان کے ساتھی ہیں اور ہم ان کے ساتھ اپنا جہاد کو جاری رکھیں گے۔

ملی اسلامی محاذ افغانستان کے سربراہ جناب محترم پیر
سید احمد گیلانی کی اس پریس کانفرنس کا انٹرویو پیش کیا

ملی اسلامی محاذ کے سربراہ جناب پیر سید احمد گیلانی

جارہا ہے۔ جو انہوں نے ۳۱ تاریخ کو کابل میں افغانی اور پاکستانی صحافیوں کو دیا تھا۔

پہلا سوال جو ملی اسلامی محاذ کے سربراہ جناب محترم پیر سید احمد گیلانی سے پوچھا گیا وہ یہ تھا کہ آپ نے افغان شوریٰ

کی مخالفت کی جس میں آپکی رائے شامل نہ تھی۔ پیر صاحب نے جواب دیا۔ میں نے ایسا نہیں کہا کہ میں اس شوریٰ کی مخالف ہوں۔ جس ضرورت کے واسطے اس شوریٰ کی تشکیل ہوئی۔ تو میں نے بھی اس کے ساتھ اپنی حمایت کا اظہار کیا۔ وہ بھی اس لئے کہ اس حکومت کی شوریٰ میں یہ فیصلہ ہوا کہ چھ ماہ کے اندر ایک منتخب شوریٰ کا چناؤ کیا جائے گا۔ جو افغانستان کی منتخب افراد پر مشتمل ہوگی۔ کیونکہ یہ شوریٰ ایسی شوریٰ نہیں جو عوام نے منتخب کی ہو۔ دوسری شوریٰ حکومت کی انتظامی امور پر غور کرے گی اور حکومت کو اعتماد یا عدم اعتماد کا ووٹ دینے کی اہل ہوگی۔ پیر صاحب نے کہا کہ ہماری تنظیم کے اب بھی دو وزیر اس عبوری حکومت میں موجود ہیں۔ اور عدالت عالیہ کی سربراہی میں نے اس لئے قبول کی کہ آنے والے وقت میں عام انتخابات کا انعقاد عمل میں لایا جائے۔ خدا کرے کہ ہم ایک ایسی شوریٰ بنانے میں کامیاب ہو جائیں جو حقیقی معنوں میں ملت کے نمائندے ہوں۔ اس طرح ایک دوسرے سوال پر آپ نے کہا کہ ہم جمہوریت پسند ہیں۔ لیکن شوریٰ میں بہت کم ووٹ پڑے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ افغان قوم جمہوریت کو پسند نہیں کرتی۔ پیر سید احمد گیلانی صاحب نے کہا۔ یہ شوریٰ ملت کے منتخب نمائندوں پر مشتمل نہ تھی۔ ان میں صرف سات تنظیموں کے منتخب ارکان نے شمولیت اختیار کی۔ اور تنظیمیں آپس میں باہم ملے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دوسرے تنظیم کے حصہ میں کم ووٹ پڑے۔ میری تنظیم کے نمائندوں نے میری ہی خواہش پر اپنے دو ووٹوں کو صدارت کے لئے صفت اللہ مجددی صاحب کو دیئے۔ جو اسی بنیاد پر حکومت کے صدر چنے گئے۔

سوال:۔ عبوری حکومت بنانے کے بعد آپ فوراً "روم" اٹلی چلے گئے۔ جس پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ آپ افغانستان کے سابق فرمانروا ظاہر شاہ کے ساتھ باہمی صلاح و مشورے کے لئے روم گئے۔

جواب:۔ میں روم گیا تھا۔ لیکن میرا یہ دورہ نجی نوعیت کا تھا۔ جو حکومت کے بارے میں نہیں تھا۔ میں کبھی کبار روم جاتا کرتا ہوں۔ میرے اس کے ساتھ کچھ مراسم ہیں۔ البتہ یہ ٹھیک ہے کہ میں نے حکومت کے بارے میں اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کے ساتھ بات چیت کی۔ انہوں نے بھی اس شرط پر حکومت اور شوریٰ کی مخالفت نہ کی کہ بہت جلد ہی دوسری منتخب شوریٰ کی قیام عمل میں لایا جائے تاکہ حکومت کو تقویت پہنچے۔

ملی اسلامی محاذ افغانستان کے سربراہ جناب پیر سید احمد گیلانی صاحب نے ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہا۔ سات تنظیموں نے اپنی مرضی پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک ایسی منتخب شوریٰ کا قیام عمل میں لانا ضروری ہے۔ جس میں ملت افغانستان، مجاہد اور مہاجر بھائیوں کے نمائندے شامل ہوں۔ یہ شوریٰ تقریباً چھ ماہ کے عرصہ میں بنائی جائے گی۔ چھ ماہ کا عرصہ اور بھی لگے گا تاکہ حکومت انتظامی ڈھانچے پر غور و خوض کیا جائے۔ اور پھر اپنی رائے دے گی۔ اس طرح یہ شوریٰ ایک سال میں تکمیل کو پہنچے گی۔

ملی اسلامی محاذ کے سربراہ نے جلال آباد کی جنگ کے بارے میں کہا۔ ہم اپنے آپ کو ناکام تصور نہیں کر سکتے۔ جلال آباد میں اب بھی جنگ جاری ہے۔ کامیابی مجاہدوں کے قدم چوم رہی ہے اور جلال آباد کا محاصرہ دن بدن مضبوط تر ہوتا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ جلال آباد کا فتح کرنا حتمی ہے۔ یا ایک دن آگے یا پیچھے۔ اگر ہم جلدی کریں۔ تو جلد اپنی ہدف کو پائیں گے۔ کیونکہ جنگ کے بھی کچھ شرائط ہوتے ہیں۔ دوسری بات ملک کا دارالخلافہ کابل ہے اور یہ حالیہ جنگ بھی کابل کو فتح کرنے کے لئے جاری ہے۔ تاکہ جلال آباد کی فتح سے کابل پر اسلام کا جھنڈا لہرایا جائے۔

سوال:۔ کہا جاتا ہے کہ جلال آباد کی لڑائی پاکستان کے کہنے پر وقت مقررہ سے پہلے شروع ہوئی۔ جس میں پاکستانی ملیشا بھی موجود تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مجاہدوں نے وہ کامیابی حاصل نہ کی جو ان کو کرنی چاہیئے تھی۔؟

جواب: ہمارے ساتھ اس لڑائی میں کوئی بھی نہیں نہ تو اس میں کوئی پاکستانی ملیشیا ملوث ہے اور نہ کوئی اور، البتہ ہم پاکستانی بھائیوں کے مشکور ہیں۔ انہوں نے اپنی اسلامی فرائض سرانجام دی۔ یعنی مجاہدوں کا ساتھ دیا۔ مگر اس لڑائی میں ہمارے ساتھ کسی کا بھی ہاتھ نہیں۔

سوال: عبوری حکومت کو دنیا کے ملکوں نے سرکاری طور پر کیوں تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ۱۰۰ سے زیادہ ممالک نے افغان مجاہدین کی جائز جدوجہد کی حمایت کرتے تھے؟

جواب: میں کہتا ہوں کہ جب ایسی حکومت جس کو عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہو اور ہم ایسی حکومت کے بنانے میں کامیاب ہوگئے تو دنیا کے تمام ممالک پھر ایسی منتخب عوامی حکومت کو سرکاری طور پر تسلیم کریں گے۔

ملی اسلامی محاذ افغانستان کے سربراہ جناب پیر سید احمد گیلانی صاحب بعض پاکستانی سیاسی لیڈروں کے اس الزام میں کہ جلال آباد کی لڑائی میں پاکستانی فوج ملوث ہے۔ پیر صاحب نے کہا یہ خبریں خود اپنے آپس میں مخالف نظر آرہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہ آنے والے انتخابات کس طرح ہوں گے؟ پیر سید احمد گیلانی صاحب نے کہا، ایک ایسی شوریٰ جو ملت کی نمائندوں پر مشتمل ہو، کا قیام عمل میں آئے میں اس میں شرکت کروں گا۔ اگر انتخابات جیت گیا تو خوش رہوں گا اور اگر شکست ہوئی تو قانع رہوں گا۔

جناب پیر صاحب محترم نے کابل کے کمیونسٹوں کے بارے میں کہا۔ ان کے ساتھ ہمارا جہاد حتمی اور فرض ہے۔ اب تک جو لوگ افغانستان پر حکمرانی کرتے ہیں۔ وہ ملحد ہیں۔ جو کوئی بھی ان لوگوں کی متابعت کریں گے وہ ان کے ساتھی ہیں اور ہم ان کے خلاف جہاد کو جاری رکھیں گے۔

ملی اسلامی محاذ کے سربراہ جناب پیر سید احمد گیلانی افغانستان کے مسئلے کے بارے میں ہندوستان اور ولی خان کے موقف کے بارے میں کہا۔ میں نے ایک بھارتی نامہ نگار کو ایک انٹرویو دیا اور اس کو میں نے صاف بتا دیا کہ ہم بھارتی موقف پر سخت خفہ ہیں۔ کیونکہ ان کا موقف اس معاملے میں بے انصافی پر مبنی ہے۔ ولی خان کو میں اچھی طرح جانتا ہوں اور میں ان سے بھی اس کے موقف کی بنا پر ناراض ہوں، وہ خطوط جو ابھی حال ہی میں ولی خان نے اقوام متحدہ اور کئی عالمی لیڈروں کو بھیجے ہیں۔ اگر یہ ہمارے بہتر مفاد میں ہوتے تو دس سال پہلے کیوں نہیں لکھے گئے۔ اب جو کابل انتظامیہ کو ایک عبرتناک شکست کا سامنا ہے۔ اقوام متحدہ چاہتی ہے کہ افغانستان کے مسئلے کے حل کے لئے لویہ جرگہ کا انعقاد ضروری ہے تاکہ کابل حکومت کے موجودہ لوگ بھی ان میں شامل ہوں۔

ملی اسلامی محاذ کے سربراہ نے ایک اور سوال کے جواب میں کہ اگر کابل کے کمیونسٹ مجاہدوں کی طرح کسی دوسرے ملک کو منتقل ہوگئے۔ اور اپنی مخالفت کو جاری رکھا تو کیا ہوگا۔ اس کے جواب میں جناب پیر صاحب نے کہا۔ یہ ان کی مرضی ہے جس ملک کو چاہے چلے جائیں، ہم ان کی راہ میں مانع نہیں۔ اگر یہ لوگ افغانستان خالی کردیں۔ تو ہم ان کو کوئی بھی تکلیف نہیں دیں گے۔ ہم ان کے ساتھ قانونی چارہ جوئی کریں گے اگر ان لوگوں نے طاقت کا مظاہرہ کیا تو پھر ہم بھی جواباً ایسا ہی کریں گے۔

پیر سید احمد گیلانی صاحب نے اپنے انٹرویو کے آخر میں مجاہد بھائیوں کے لئے اپنے پیغام میں کہا مجاہدوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے وطن کا دفاع کریں۔ اور کمیونسٹوں پر اور بھی اپنا دباؤ بڑھائیں۔ اور کوشش کریں کہ ان مسلمان عورتوں، مردوں اور بچوں کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کریں جو ملحدانہ نظام کے تحت قید کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ تاکہ وہ یہ کہے کہ واقعی مجاہدین جہاد کررہے ہیں ان کے ساتھ اسلامی قانون کے تحت کارروائی ہونی چاہیئے۔ ان کی جان و مال کو کوئی گزند نہ پہنچے اور ان کی ناموس کی بے عزتی نہ ہو۔

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

آزادی کتنی پیاری ہے

(ایک قیدی کی فریاد)

(حیات اللہ حلیم)

میرے پیارے مجاہد بھائیو! برسر پیکار حریت پسند نوجوانو! میرے غمگین دل کی فریاد سنو اور ایسا سمجھو کہ میں اب زندان میں اپنی زندگی کے دن رات گزارتا ہوں۔ یہاں پر

یہ اُن شہیدوں کا قبرستان ہے جو آزادی وطن کی خاطر روسی گولیوں کا نشانہ بن گئے ہیں۔

استعمار کے زرخرید غلاموں نے میرے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے۔ ادھر ایک میں ہوں اور ایک غیر انسانی اذیتیں جو مجھے دی جا رہی ہے۔ بے گناہ انسانوں کو ترسایا جا رہا ہے۔ اور اگر کسی کا جرم ثابت ہوا۔ تو اس کی سرنوشت کے ساتھ کھیلا جاتا ہے اسی لئے ہمارا جرم ان کے لئے بہت ہی بڑا جرم ہے۔

مگر مجاہد بھائیو! اے آزادی کے متوالو! ان کو یہ مہلت ہی نہ دو کہ ہمیں مجبور و بے بس کرنے کو آئیں۔ ان پر یہ سارا ماحول جہنم کر دو۔ اور اس صورت حال سے دوچار کر دو کہ ہر وقت ہی ان کو موت ہی نظر آئے۔

یہاں میں جس حالت میں پڑا ہوں بس یہ کہوں گا کہ انسانیت کا جنازہ نکل چکا ہے مگر مجاہد بھائیو! ان کو بتاؤ کہ انسانیت اب بھی دنیا میں موجود ہے ان پر یہ ثابت کر دو کہ انسان آزاد ہے جو اس کا دل چاہے وہ کریگا۔ نہ کہ وہ دوسروں کے رحم و کرم پر اپنی زندگی گزارے گا۔

مجاہد بھائیو! قید میں، جب میں باطل پر حق کے وار کی آواز سنتا ہوں۔ تو یقین کرو۔ جیل میں خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ جب آپ لوگوں کی حملہ کی آواز سنتا ہوں تو اس کے ساتھ ہی ان کے ذعونی دماغوں میں تشویش کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور اس طرح یہ لوگ آنکھیں نیچے کر کے عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور کمیونزم کی حمایت ان کے لئے ایک عذاب بن جاتی ہے۔

ادھر میں کس حال میں ہوں تو یہاں آزادی جیسی نعمت سے محروم ہوں۔ یہاں اور کیا ہے بس صرف فوجیوں کے قدموں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ لیکن جب کھلا ہوا آسمان میری نظروں سے گزرتا ہے تو میرے خیالوں کے پر بھیگ جاتے ہیں۔ اور کھلے

آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ اور پھر اس کھلے ہوئے آسمان آزاد گود میں محو پرواز ہو جاتا ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ ملاقات کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو اپنی درد بھری کہانی سناتا ہے۔ اور آپ لوگوں کی جائز جد وجہد کی تعریف کرتا ہے۔ لیکن پھر مجبوراً میرے یہ تصورات و خیالات میرے قیدی وجود کو واپس آجاتی ہے اور ایک جگہ میرے ساتھ زندان میں قید ہو جاتے ہیں۔

لیکن اے مجاہد بھائیو! آپ لوگوں کی غیرت مجھے یہ نوید دیتی ہے کہ میں بہت جلد کھلے آسمان تلے آزادی کا سانس لوں گا۔ میں کوئی شکایت نہیں کرتا۔ مگر تقدیر نے میری قسمت میں یہ مصیبتیں لکھی ہیں۔ یہ چند باتیں میرے دل کی فریاد ہے اور یہ میرے بے قرار اور تھکے ہوئے احساسات ہیں۔ اور یہ میرے ان دردوں کی عکاسی کرتی ہے۔ جو کمیونزم کی اندھیری میں میری قسمت میں آئے ہے۔

میرے مجاہد بھائیو! یہاں میں جس حالت میں ہوں تو یہاں خونخوار ڈکٹیٹروں کا ایک مرکز ہے۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا میں اس قید خانے کی طرح اور کوئی قید نہیں ہوگی۔ اور نہ کسی تاریخ میں ان کا کہیں ذکر ملے گا۔

میرے مجاہد بھائیو! میری اس درد بھری آواز کو تمام دنیا کو پہنچاؤ۔ اور ان کو اس حقیقت پہ سمجھاؤ۔ کہ کمیونزم کے تلے کوئی سعادت نہیں۔ اس کے بارے میں جو باتیں گھڑی جاتی ہیں وہ محض افسانے ہیں اور ان لوگوں کا یہ جنت دوسروں کے لئے جہنم سے کم نہیں۔

میرے مجاہد بھائیو! میرا یہ پیغام دنیا والوں کو پہنچاؤ۔ اور ان کو کہو کہ کمیونزم نے افغانستان میں اور وحشت روا رکھی ہے۔ اس پر انسانیت قیامت تک شرمائے گی اور اس طرح بربریت اور وحشت کے یہ قصے قیامت تک لوگ دھرتے رہیں گے۔

علوم القرآن کا ایک جائزہ

تحریر: ق۔ حبیب اللہ

آسمانی کتاب قرآن مجید

قرآن مجید کے متعلق اب تک ہزاروں کتابیں اور رسالے لکھے گئے ہیں۔ اہل قلم حضرت نے اس ضمن میں اپنی استعداد کے مطابق تبصرے کئے ہیں۔ اور اگر کوئی ان کتابوں کا مطالعہ کریں تو سوچنے لگے گا کہ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے اور کچھ لکھنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔

لیکن ایسا نہیں کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور یہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک قائم و دائم رہے گی۔ انس اور جن خصوصاً مسلمانوں کے لئے سرچشمہ ہدایت رہے گا۔ یہ وہ کتاب ہے جو حضرت محمد مصطفیٰؐ پر نازل ہوئی اور نازل ہوتے ہی فصاحت اور بلاغت کے صاحبوں کو چیلنج کیا کہ قرآن مجید جیسی تین آیتیں بنا کر لائیں۔ لیکن وہ لوگ عاجز ہو گئے۔ اور اس طرح یہ لوگ ہمیشہ کے لئے عاجز رہیں گے۔

قرآن کریم وہ مکمل دلیل ہے جو ہمارے دین کے عقائد عبادت، احکام، اداب، اخلاق اور دیگر علوم کی، تمام لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت کی ہدایت اور منبع سعادت ہے۔ قرآن مجید وہ منشور الٰہی ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد تک

جتنے بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ان سب کا خلاصہ اس عظیم کتاب میں موجود ہے۔ یہ کتاب تمام انسانیت کے لئے ایک قانون اور آئین ہے۔ جو ان کی مشکلوں کا حل اس عظیم کتاب کی قانون کی روشنی میں موجود ہے یہ کتاب سیاسی، اجتماعی، ثقافتی اور دیگر حصوں میں مکمل اور روشن قوانین رکھتا ہے۔

قرآن کریم وہ چراغ الٰہی ہے۔ جو مقدس عقیدہ شریعت اور اخلاق کا احاطہ کرتا ہے۔ اور معاشرے سے ہر قسم کا ظلم، مطلق العنانی، جہل بے انصافی، فساد اور ضرر کو رفع کرتا ہے۔ اور معاشرے کے لوگوں کے درمیان اعلیٰ اقداروں کو فروغ دیتا ہے۔ جیساکہ ذکر کیا گیا۔ یہ تمام ان مقدس عقیدے پر منحصر ہے۔ جو انسانی کو پستی سے ارفع مقام کو پہنچاتا ہے۔ اور اس طرح ترغیب اور ترہیب کے اسلوب پر انسان کو راہ مستقیم دکھتا ہے قرآن مجید نے ان جاہل اور خانہ بدوش عربوں کے درمیان رشتے استوار کئے۔ اور ان میں محبت ڈال کر آپس میں بھائی بنائے۔ جن کی جہالت اور ظلم کا تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان میں سے اوس اور خزاج جیسے قبیلے بھی تھے جو بقول مورخین ان میں ایک سو دس اور ایک سو بیس سال سے دشمنی چلی آرہی تھی۔ یہ وہ مبین کتاب ہے جو انسانیت کو گھٹا ٹوپ اندھیرے سے نکالتی ہے اور ان کو روشنی اور راہ مستقیم کی طرف لاکر ہدایت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

• قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم۔ المائدہ

ترجمہ: تحقیق کے ساتھ اللہ کی طرف سے تم لوگوں کو ایک روشنی اور کتاب آئی ہے جو اللہ کی راہ دکھاتی ہے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتا ہے۔ تو اس کے لئے سلامتی ہے۔ ان کو اندھیرے (جہل) سے روشنی (علم) کی طرف لاتے ہیں۔ جو ایک سیدھی راہ ہے یہ کتاب جو حضرت محمدؐ کی نبوت پر ایک روشن دلیل ہے۔ جو ہر ایک زمانہ اور ہر جگہ پر تطبیق کا قابل ہے اور اس کتاب کی تعلیمات کی تمام انسان محتاج رہینگے۔ اور ان کی کامیابی کے اسباب ان ہی کتاب کی عمل دار آمد میں منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پرانے کتابوں میں کئی تحریف ہوچکے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔

ترجمہ: بے شک ہم نے نازل کیا ہے ذکر (قرآن مجید) اور بے شک ہم ہی ان کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

احمد شوقی فرماتا ہے۔

جاء النبیون بالآیات فانصرمت وجئتنا بکتاب غیر منصرم

آیاتہ کلما طال المدی

یزینھن جمال العتق والقدم

ترجمہ: انبیاء علیہ السلام اپنی امتوں کو ایسے معجزوں کے ساتھ آئے۔ جو ان کے ساتھ ہی چلے گئے۔ لیکن حضرت محمدؐ ہمارے کو ایسی کتاب (معجزہ) کے ساتھ آئے۔ جو اب بھی موجود ہے۔

ہر وقت یہ آیتیں نظر اور جمال کو بڑھاتی ہے۔ اور لوگوں کی دلوں میں شرف قبولیت حاصل کرتا ہے اور اگر ہزاروں کتابیں بھی لکھی جاتی اور اس طرح جاری بھی رہے لیکن اس عظیم کتاب قرآن مجید کی شرح اور توضیح ممکن نہیں کہ اختتام کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ الکھف۔

ترجمہ: کہو اگر کہیں یہ دریا سیاہی ہوجائے۔ میرے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لکھنے کے لئے۔ تو یہ دریا خشک ہوجائیں گے۔ مگر میرے اللہ تعالیٰ کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔ اور اگر ہم دریا کی طرح اور بھی سیاہی لے آئیں۔

جس طرح اس کتاب پر سمجھنا اور عمل کرنا فرض ہے۔ جس میں دینی اور دنیاوی نجات ہے۔ اور اسی کے واسطے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ارتباط پیدا ہوتا ہے اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو قرآن مجید کو سمجھ گئے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاکر عمل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرے گا اور آخرت میں جنت نصیب فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ النور

ترجمہ: وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ایمان لایا اور اچھے عمل کئے۔ ان کو خوا مخواہ زمین پر خلیفہ بنایا جائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو زمین پر خلیفہ بنایا گیا تھا۔ اور ان کے لئے دین کو ثابت کیا جائے گا۔ وہ دین جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا۔ اور خواہ مخواہ ان کو اس کا بدلہ ملے گا۔ اور ان کو بعد کی خوف سے نجات ملے گی۔ اور یہ لوگ عبادت کیا کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ قرآن شریف سب لوگوں سے زیادہ سمجھتے تھے۔ اور پھر آپؐ کے واسطے صحابہؓ سمجھتے تھے۔ جو قرآن کریم کے ہر ایک ہدایت پر عمل کیا کرتے تھے۔ اور اس کی تطبیق کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں میں بہترین امت اور اس وعدے کے مصداق ٹھہرایا۔

موجودہ وقت میں افغانستان کے بہادر عوام قرآن مجید کے حکم پر اسلام اور انسانیت دشمن روسیوں اور ان کی زر خرید اذناب ماغلاموں کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔

اہل قلم حضرات کا فرض ہے کہ عملی جہاد کے ساتھ ساتھ قلمی جہاد کو بھی جاری رکھیں۔ اور قرانی تعلیمات کی سکھنے میں مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان ھذا القران یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لھم ان لھم اجرا کبیرا۔ بنی اسرائیل

ترجمہ: بے شک قرآن کی راہ وہ طریقہ دکھاتی ہے جو صحیح ہے اور یہ نوید دیتی ہے۔ ان مومنوں کو جو نیک عمل کیا کرتے ہیں بے شک ان کے لئے اجر عظیم ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے مجاہدوں اس کتاب کی برکت سے دنیا کی ایک بڑی مادی اور الحادی طاقت کو شکست فاش دی۔ اسلامی انقلاب کامیابی کے قریب ہے۔ اس طرح ہماری آخری فتح اور اسلامی انقلاب کی حفاظت قرآن کریم کی ارشادات پر عمل کرنے میں ہے۔

اس بنا پر میں نے بھی قلم اٹھایا کہ علوم القرآن کی مباحث قرآن کی معنی، ضرورت نزول، ترتیب، جمع، کتابت، قرأت تفسیر، المجاز، ناسخ منسوخ پر کچھ نہ کچھ لکھ سکوں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں کہ اس نیک عمل کو پورا کر سکوں اور کسی کے بہبود کا سبب بنے اور مجھے تقصیر بھی بخشے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو ہمارے لئے سرچشمہ ہدایت، شفاء صدور، اخلاق، احوال اور ارواح کا مربی ٹھہرائے۔ اور اپنے فضل و کرم پر ہم سے راضی ہو۔ آمین۔

علوم القرآن معنی

علوم القرآن کی تعریف اور توضیح کے بارے میں علماء کرام نے ہر پہلو پر تحقیق کی ہے۔ اور اس مرکب اضافی کو نہایت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کو میں مختصر کرنا چاہتا ہوں۔

ا ر علوم: علم کی جمع ہے۔ اور علم میں معدود ہے حکماء کی نظر میں علم صورت ایک چیز کی ہے۔ جس کو عقل کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے اور یا حصول صورت ہے۔ عقل کی۔ اور یا ایک چیز کی انکشاف کے لئے اس کا تعلق نفس کے ساتھ ہے متکلمین کی نظر میں (العلم)

جانہ صفتہ یتجلی بھا الامر لمن قامت بہ

یعنی علم ایک تعریف ہے۔ جو ایک چیز میں روشن ہوتا ہے ان کو جس کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

شرع عام تعریف

علم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے ان آیتوں اور افعال پر ہوتا ہے جو بندوں اور مخلوقوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم میں کچھ یوں فرماتے ہیں۔ تحقیق کے ساتھ علم کا اطلاق ایسا ہوتا ہے کہ علم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے، معرفت آیتوں کی اور ان افعال کی جس کا تعلق بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعد میں اس تعریف میں تصرف ہوا حتیٰ کہ نقلی مناظروں کو بھی علم کے نام سے موسوم کیا گیا۔

علم تدوین اور فن کی نظر سے

علوم القرآن کی علماء کرام کی نظر میں علم اصطلاح میں ان منضبط اور مرتب معلومات کو کہا جاتا ہے۔ جو ایک جہت کے ساتھ تعلق رکھیں۔ اس معنی میں اگر وحدت کی موضوع میں منضبط ہو۔ اور اگر وحدت اور ہدف کے لئے جہت ایک ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

تعلمت علماً من العلوم وموضوع العلم کذا۔

یعنی ایک علم کو میں نے سیکھا جس کی موضوع ایسی تھی۔

۲۔ لفظ قرآن

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور وحی کے لئے نئے ناموں کا انتخاب کیا ہے جو عربوں کی ان ناموں سے مختلف تھی۔ جو اپنے کلام میں استعمال کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کے دو نمونے بہت ہی مشہور ہے۔ پہلا الکتاب اور دوسرا القرآن ہے الکتاب کے ساتھ اس لئے تسمیہ ہوا کہ (کتاب) کا اشارہ ہے قرآن کریم کی سطور میں جمع کرنے کے لئے۔ اس طرح (قرآن) کے اشارہ حفظ کرنا ہے سینوں میں۔ کیونکہ قرآن قرأت کی مصدر ہے۔ اور قرائت میں استحضار ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو صرف اور کتابوں کی طرح سطور میں رقم نہیں کیا گیا بلکہ اس عظیم کتاب کو سینوں میں بھی محفوظ کیا جاچکا ہے۔ ان دو ناموں پر قرآن کا استعمال اور شہرت بہت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے یہ کتاب القرآن پر یاد کیا جاتا ہے۔

قرآن

اس لفظ میں مختلف نظریے ہیں۔ حضرت امام شعفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ قرآن نہ مہموز اور نہ مشتق ہے۔ بلکہ شروع سے مرتجل ہے یہ علم اور اسم کلام الہٰی ہے جو حضرت محمدؐ پر تورات اور انجیل کی طرح نازل ہوئی ہے۔

فرا فرماتا ہے کہ قرآن قرائن سے مشتق ہے اور قرائن قرینی کی جمع ہے اور آئیتیں ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ واضح بات ہے کہ نون قرائن میں اصلی ہے۔

اشمری کی طرح بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن مشتق ہے (قرن الشی بالشی) سے جیسا کہ قرآن ربط کو کہا جاتا ہے اس طرح قرآنی آئیتیں اور صورتیں بھی ایک ساتھ ربط رکھتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو قرآن کو مہموز تصور نہیں کرتے۔ وہ لغت کے قواعد سے دور ہیں۔ بعض علماء جیسا کہ زجاج فرماتا ہے۔ قرآن مہموز ہے۔ فعلان کی وزن پر اور قراء سے مشتق ہے جو معنی میں جمع ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ قرأ الماء فی الحوض، قرآن کریم بھی قدیم کتابوں کی ثمرات کی جمع ہے اور حیاتی فرماتا ہے۔ قرآن مہموز مصدر ہے اور وزن پر اغفران ہے جو قراء سے مشتق ہے۔ معنی میں "تلا" ہے۔ تو اس مقروع پر مسمی ہوا یہ تسمیے کی جملے سے مفعول کی مصدر ہے اور یہ قول مختار اور مرجع ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانا ہ فاتبع قرانہ

ڈیالکیٹک یا جدلیات

(ساتواں حصّہ)

عبداللہ گل ریاض

ڈیالکٹیک یا جدلیات کا دوسرا اصل۔

یہ اصل جو جدلیات کے منطق کا ایک اہم ستون ہے اور جو داخلی (تکاملی) تضاد کے نام پہ یاد کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے جو کچھ طبعیت میں اور یا انسانی اجتماع میں ہیں۔ ان اضداد کی ترکیب سے مرتب ہوئے ہیں۔ جو ایک عامل کو (اثبات) اور دوسرے کو یعنی، یا ایک کو (پیدا کش) اور دوسرے کو (ارتقاء) ایک کو (تنز) اور دوسرے کو (انٹی تنز) کہتے ہیں کہ ان کے ترکیب اور تاثر سے تیسرا مرحلہ (نفی کو نفی میں) یا (ارتقائی منزل) اور یا (SYNTHESIS) مرحلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مارکسٹ ہر ایک چیز کی تغیر، تحول، اور تکمیل کے ریشے انہی تضاد میں ڈھونڈتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ تین مرحلے ہیں جو دنیا کے تمام کو دائمی حرکت دیتا ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق ان اضداد کا ایک جگہ اجتماع جوار سطو کے منطق کے مطابق مشکل تصور کیا جاتا ہے اور یہ نہیں کہ محال نہیں۔ بلکہ یہ واجب، ضروری، دائمی اور عمومی ہیں۔

مارکس داخلی تضاد کو عملی تصور کرتے ہیں۔ اس ضمن میں سٹالن کہتا ہے۔ جدلیات دمتافزیک کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ جس میں طبعیت کی تمام چیزیں تضاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک مثبت اور دوسرا منفی رجحان رکھتا ہے۔ ایک گزرا ہوا اور دوسرا آنے والا وقت رکھتا ہے یہ ایسے عناصر ہیں جو دوست اور ارتقاء کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور یا زوال اور بربادی کے دور سے گزرتے ہیں۔ اور یہ تضاد کا تصادم ہے۔ یعنی قدیم اور جدید کے درمیان تصادم، ان کا جو فوت ہوتا ہے۔ اور ان کا جواب دنیا میں آتا ہے۔ ان کا آپس میں تصادم اور۔ ان داخلی تکامل کا یہ تسلسل اور کمی تضدات کی پیچیدگیاں ہیں۔ جو کیفیات کی تغیرات میں تبدیل ہوتی ہے۔ لینن کہتا ہے" حقیقت میں جدلیات چیزوں کی اصل میں اضداد کی تحقیق ہے"۔ لیکن مارکسس اس موضوع کے اثبات کے لئے صرف کئی مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ گندم کا دانہ پہلا مرحلہ ہے۔ ان کا اگنا دوسرا مرحلہ، اور پھر یہی نبات جو دانے پیدا کرتا ہے تو یہ تیسرا مرحلہ ہوتا ہے۔ اور یا انڈہ جو تنز ہے۔ اس کے درمیان نطفہ جو ہے وہ تنز کی ضد ہے اور چوزہ SYNTHESIS ہے جو ان کے تضاد سے پیدا ہوتا ہے۔

اور یا ان کے بقول معاشرہ تنز اور صنعتی کاریگروں کا طبقہ تنز کا ضد ہے اور اس طرح کمیونسٹ معاشرہ SYNTHESIS ہوتی ہے۔

لیکن ایک علمی حقیقت اور ثبوت کے لئے صرف مثالوں پہ ہی اکتفا نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ ان داخلی تضاد کے خلاف اور عوامل بہت ہیں جو تغیر اور تحول کے سبب بنتے ہیں۔ مثلاً ایک سادہ سی بات پانی کا تسلسل ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ پانی کی طبعیت میں ارتعاش ہے۔ جو بخار کی شکل میں اٹھ کر بادل بن جاتا ہے اور پھر یہ بارش کی صورت میں واپس زمین پر برستا ہے، دوسری بار بخار ہو جاتا ہے۔ لیکن وہاں پر پانی کے ذروں کے بیچ میں کوئی تضاد نہیں۔ اور پس ان میں تغیر کا سبب بن جاتی ہے۔ جن میں نہ تنز، نہ انٹی تنز اور نہ کے مرحلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ صرف یہ گرمائش کے درجے کی تغیر ہے۔ جو پانی میں تغیر کو پیدا کرتا ہے۔

اور یہ بھی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ گرمائش خارجی عامل ہے نہ کہ داخلی تضاد۔۔۔۔

اس کی ایک اور واضح شکل انسان اور حیوان کی پیدائش ہے جو خارجی عنصر منی کے امیزش سے عمل میں آتا ہے۔ اگر یہ یعنی نطفہ (SPERM) نہ ہو تو صرف داخلی تضاد پیدائش کا سبب نہیں بن سکتا۔

انسانی معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ تضاد تغیر کا سبب بن جاتا ہے۔ مگر داخلی تضاد کے بہ نسبت خارجی تضاد زیادہ موثر کن ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی پھر خارجی اور داخلی دونوں ایک ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً ایران کے شاہی قدرت کا ختم ہونا۔ یمن کی انارکی کا خاتمہ اور قیصران کا زوال، جو اسلامی انقلاب کی روشنی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ کیا خیال ہے کیا یہ سب داخلی تضاد کا نتیجہ تھی۔ جی نہیں بالکل نہیں۔ یہ تمام خارجی عوامل اور یا کم و بیش ان کے کئی حصوں پر داخلی اور خارجی تضاد کی اثرات مرتب تھے۔

مارکسٹ جو دانے کی ارتقاء اور نمو کو تضاد کا ثمر تصور کرتے ہیں۔ انسان کو شک میں مبتلا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر گندم یا مثلاً خربوزے کی تخم اسی طرح پڑا رہتا ہے۔ انہیں تپش اور رطوبت نہ مل جائے۔ تو کیا اس کی حالت بدل جائے گی یا نہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ارتقار کے منازل سے تب گزرے گا۔ جب انہیں تپش اور رطوبت مل جائے تو اس بات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ارتقار اور تکامل کا سبب داخلی نہیں بلکہ خارجی عوامل ہے۔ گندم کا دانہ عملاً جامد ہے۔ لیکن ان میں یہ استعداد ہوتا ہے کہ وہ نبات کی شکل اختیار کرلے اور وہ بھی اس وقت جب خارجی شرائط (تپش اور رطوبت) انہیں برابر ملے۔ یہ علمی بات نہیں کہ گندم کا دانہ اپنی آپ میں صندر رکھتا ہے جو انہیں نبات کی شکل دیتا ہے۔ مارکسٹ موت اور زندگی کو ضدوں کی حیثیت سے موجود تصور کرتے ہیں۔ ہنری لوقا در کہتا ہے۔

"ہر ایک زندہ چیز اپنی موت کے ساتھ جنگ کرتی ہے اس طرح موت کو اپنے آپ میں ارتقار دیتی ہے"۔ یہ سچی بات ہے، کہ ہر ایک زندہ چیز میں موت اور زندگی دو عمل ہوتے ہیں، لیکن تناقص نہیں رکھتا۔ جس کا موضوع ایک نہیں۔ لیکن جو مسام مرتے ہیں۔ ان سے علیحدہ ہیں جو زندہ ہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ موت ایک ہی وقت میں تمام مساموں میں موجود ہو۔

مارکسٹ جنگ کو بھی داخلی تضاد کا نتیجہ تصور کرتے ہیں۔ ماتونستہ تونگ کہتا ہے: "جنگ میں تعرض اور دفاع، آگے

یہ ننھے بچے مادر وطن کی آغوش سے دور ہونے کے باوجود مطمئن نظر آرہے ہیں۔

بڑھنا اور پیچھے آنا، فتح اور شکست تمام ایسی متضاد صورتیں ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر ممکن نہیں۔ ان دونوں جہت کے تصادم کے اجتماع میں جنگ واحد ملاپ ہے، تکامل جنگ کو بڑھاتا ہے اور جنگی مسائل کو حل کرتا ہے۔ لیکن عجیب و غریب اشتباہ تو یہ ہے کہ ماؤ جنگ کو واحد تصور کرتا ہے۔ حالانکہ جنگ مختلف حادثوں کا نام ہے جنہیں صرف جنگ ہی لفظ نے ان کو یکجہتی دی ہے لیکن اگر جنگ حوادث کے مجموعے کا ایک صورت تصور کیا جائے تو پھر تو ساری کائنات ایک شکل ہوگی۔ جنگ میں فتح اور شکست اور تضادوں کی آمیزش اس لئے نہیں کہ فتح اور شکست لشکر کا ایک وقت پر نہیں ہوتا۔ ان معنوں میں اگر کوئی لشکر فتح سے ہمکنار ہوتا ہے۔ تو اس وقت وہ لشکر شکست نہیں کھاتا۔ بلکہ شکست سے ان کی فتح کا وقت جدا ہوگا۔ اور رہا یہ کہ فتح ایک لشکر کا اور شکست دوسرے کا مقدر ہوگا۔

مارکسٹ ضدوں کی آمیزش میں وقت اور موضوع کے بارے میں بھی اشتباہ کرتے ہیں۔ مثلاً یہ لوگ کہتے ہیں کہ مقناطیسی دو متضاد پہلو رکھتے ہیں اور یہ اضداد ایک ساتھ ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ اشتباہ اس لئے کرتے ہیں کہ اصل میں یہ دو پہلو دو چیزیں ہیں۔ اگر مقناطیسی جتنی چھوٹی بھی ہو۔ ان میں دو عنصر موجود ہوتے ہیں۔ جو ایک مثبت اور دوسرا منفی پہلو کی خاصیت رکھیں۔

مارکسٹوں کی اس بات کی طبعیت کے تضاد میں تکامل سبب ہے۔ تو یہ حقیقت کے قریب ہے کہ وحدت اور حمایت تکامل کی وجہ ہے نہ کہ تضاد اس لئے کہ مارکسس کا ایک نیا دلیل انڈے کی موجودیت ہے اور ان میں لطفے کی ارتقاء جن کو بحیثیت ضد تغیر کراتے ہیں۔ اگر ہم ان کا بنظر غائر جائزہ لیں۔ تو انڈے میں تضاد نہیں بلکہ ملاپ تکمیل کا سبب بنتا ہے۔ کیونکہ انڈے کی زردی اور سفیدی دونوں لطفے کی ارتقاء اور نمو میں

انڈا عملاً انڈا ہے۔ لیکن ان میں چوزہ پیدا کرنے کی قوت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ لیکن یہ عمل تب ہوتا ہے جس کے ساتھ گرمائش اور رطوبت مدد کریں۔ اور اس ضمن میں کوئی تضاد بھی نہیں دیکھا جاتا۔

یہ صحیح بات ہے کہ طبعیت میں تغیر اور تحول موجود ہے لیکن دو باتیں قابل فہم ہیں۔ اولاً کہ صورتوں کی داخلی تضاد تکمیل کا سبب نہیں۔ بلکہ خارجی عوامل بھی ان میں تبدیلیاں لاتی ہے۔ دوسری بات کہ تغیر کا قانون عمومی بھی نہیں۔ کیونکہ سب عام چیز جس کے ساتھ ہمارا سامنا ہوتا ہے۔ وہ پانی ہے لیکن سمجھتے ہیں کہ جب کہیں پانی ہوتا ہے تو ان کی ترکیب آکسیجن اور ہائیڈروجن سے ہوتی ہے۔ تو پانی نہ اپنے آپ میں تضاد رکھتا ہے اور تکمیل اور تبدیل کر سکتا ہے۔

بہر حال مارکسٹ اپنی تخیلی اور جدلیاتی تغیر کے بناء پہ انسانی معاشرے کی ابتدائی کڑیوں کو ملا کر داخلی تضاد کی راہ غلامی، فیوڈلیزم اور سوشلزم کی پیچیدہ راہوں کی طرف لاتی ہیں اور اس طرح ان کو خیال جنت (کمیونزم) کی طرف کھینچ لاتی ہے۔ جو ایک خیانت اور دوسرا اشتباہ،

اشتباہ اس لئے کرتے ہیں۔ کہ ابھی تک ایسا کوئی وقت نہیں گزرا۔ دنیا کے اور حصوں میں اب بھی غلامی کا دور موجود ہے۔ حالانکہ ریڈیو پر ان کے خلاف تبلیغ بھی سنتے ہیں۔

فیوڈلیزم نے ساری دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور اس طرح سرمایہ دارانہ نظام تو تمام ترقی یافتہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ لیکن حیرانی تو یہ ہے کہ کمیونزم کے مدعی بھی اپنے عقیدے اور فلسفے کے خلاف نظر آتے ہیں کہ روس اور چین کے نئی اصلاحات کمیونزم اور دیگر نظاموں سے مقبول ہوتے جا رہے ہیں۔

خیانت یہ کرتے ہیں کہ تبدیل اور تکمیل میں انسانی استعداد اختیار، شعور اور ارادہ تاریخ اور طبعیت کے جبر کے نیچے لاتے ہیں۔ حالانکہ معاشرے میں تبدیل اور تحول میں انسان کا استعداد اور اختیار اپنا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کل معاشرے کی کیا حالت ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنا استعداد دیا ہے ان کے مطابق کام کرنا ہے۔

.....

دنیا میں مہاجرین کی تعداد

تحریر: عصمت

اسلامی ممالک میں نہایت تیزی سے مہاجرین کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ مسلمان مہاجرین دنیا کے مہاجرین میں مجموعی طور پر ۱۲ ملین کے لگ بھگ ہیں۔ جن کی تعداد سب میں سے زیادہ ہیں۔ اکثر مسلمان مہاجر جنگ و جدل کی وجہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بہر حال ان کو گھر بار کئی وجوہات کی بنا پر چھوڑنا پڑا ہے۔ جس میں قحط، سیلاب اور سیاسی ناہمواریاں شامل ہیں۔ دنیا کی مہاجرین کی فہرست میں ۵ ملین افغان مہاجرین ہیں، تین ملین فلسطینی مہاجر ہیں۔ جو امن و امان کی خاطر اردن، دریائے اردن کے مغربی کنارے، غزہ، لبنان اور شام میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اس طرح ۲ ملین حبشی مہاجر سوڈان، مصر، جیبوتی اور سومالیہ کے کیمپوں میں زندگی کے دن رات گزارتے ہیں۔ تین ملین افریقی مہاجر بھی ہیں

جذبہ حریت سے سرشار مجاہدین محاذِ جنگ کی جانب بڑھ رہے ہیں

جو انگولا، موزمبیق، یوگنڈا، روانڈا، چاد اور مغربی صحرا سے مہاجر ہوئے ہیں۔ السلواڈر سے دو لاکھ پچاس افراد بے گھر ہوئے ہیں۔ اس طرح کمبوڈیا اور لاؤس کے باشندے زیادہ جنوبی ایشیا میں دربہ در کی ٹھوکریں مارتے پھرتے نظر آرہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں گزشتہ دسمبر میں سیلابوں کی وجہ سے دس لاکھ افراد بے گھر ہو کر ڈھاکہ کے کیمپوں میں منتقل ہو گئے جو ڈھاکہ شہر کی آبادی کی پانچواں حصّہ ہے ۱۹۸۸ء سال کے اختتام پر ہزاروں کی تعداد میں کرد عراقی حکومت کی کیمیائی بمباری کی وجہ سے اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

بین الاقوامی لیڈر ہر وقت دنیا کے مہاجرین کے لئے ابتدائی امداد کی باتیں کرتی ہیں۔ مگر ان کو بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ حکومت برطانیہ کے امدادی پروگرام کی تازہ رپورٹ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بنگلہ دیش جیسے ملک کے سیلاب زدگان عوام کے فوری طور پر ابتدائی امداد کی ضرورت ہے۔ لیکن اس ضمن میں بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ لیکن برطانیہ کی امداد کا زیادہ حصّہ نظام مواصلات کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ حالانکہ امدادی سامان متاثرین کے لئے بہم پہنچانے کی فوری ضرورت ہوتی ہے۔ افغان مہاجرین کے بارے میں امدادی ادارے کہتے ہیں کہ ان کو دوبارہ اپنے ملک میں بحالی پر کم از کم پانچ سال کا عرصہ لگے گا۔ افغانستان پر روسیوں کی دس سالہ بربریت کے نتیجے میں سارے ملک میں بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہیں اور واپسی میں یہی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اس ملک میں بغیر کسی پروگرام اور نقشے کے ہر طرف یہ بارودی سرنگیں بچھائی گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق افغانستان میں ۳۰ لاکھ کے قریب بارودی سرنگ

بچھائی گئی ہے۔ اس طرح خیال کیا جاتا ہے کہ روسیوں نے پانچ لاکھ کے قریب انٹی پرسنل مائن بچھائے گئے ہوں گے۔ ان لاکھوں پھٹے بموں کو ناکارہ کرنا ضروری ہے۔ پاکستان اور ایران سے پانچ ملین افغان مہاجروں کی واپسی تاریخ کا ایک بڑا واقعہ ہے جو ۱۹۴۷ء میں برصغیر کے تقسیم کے وقت ہجرت کی مثال نہیں رکھتی۔ ان مہاجروں کو ایسے ملک میں آباد کرنا ہے جہاں نصف آبادی سے زیادہ گاؤں اور زراعت مکمل طور پر تباہ ہوگئی ہے۔ اور اس طرح ڈھائی لاکھ مویشی ہلاک ہوگئے ہیں۔

اگر کاشتکار کو تخم بمع زراعت کے اوزار بھی دیئے جائیں تب بھی وہ خوراکی مواد حاصل کرنے کے لئے اپنی آدھی زمینوں کو بھی زیر کاشت نہیں لا سکتے۔ اگر بغیر کسی بندوبست کے افغان مہاجرین اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ تو وہاں اور مصیبتوں کے علاوہ بھوک کے شکار بھی ہو جائیں گے۔ شاید یہ لوگ اس قابل بھی نہ ہوں کہ افغانستان میں راشن کے مرکزوں سے اپنے لئے راشن لے آئے۔ میرے خیال میں اس پر تقریباً دو سال کا عرصہ لگے گا کہ افغانستان کی زمین پھر سے قابل کاشت ہو جائیں کیونکہ یہاں آبپاشی کا نظام بالکل تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اس نظام کو سرے سے بحال کرنا ایک دشوار ترین کام ہے۔ اور اس نظام کا دوبارہ بحال کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ ان مشکلات سے افغان میں مہاجرین اچھی طرح آگاہ ہیں اور ان کو یہ بھی پتہ ہے کہ افغانستان سے روسیوں کے نکلنے سے امدادی سامان بھی کم ہو جائے گا۔

غیر ملکی امداد کے بارے میں افغان مہاجرین کا خیال ہے کہ بہت جلد ہی یہ ادارے ہم کو بھول جائیں گے۔ لبنان کے کیمپوں میں فلسطینی مہاجرین ۱۹۴۸ء سے رہ رہے ہیں امدادی کارروائیوں کے بے شمار ادارے اقوام متحدہ کے وساطت سے ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ بظاہر کوئی فرق نہیں آیا ہے فلسطینی مہاجروں کی امداد کے لئے اقوام متحدہ نے حال ہی میں ۲۰ ملین ڈالروں کا مطالبہ کیا ہے تاکہ ان کو پینے کا صاف پانی اور کھانے کے لئے خوراک مہیا کیا جا سکے۔

گزشتہ دسمبر میں چالیس فلسطینی مہاجرین جن میں پندرہ بچے بھی شامل تھے۔ اسرائیلی فوج کی کھلی جارحیت کے نتیجے میں شہید ہوئے۔ یہ جارحیت ۱۹۸۲ء کے بعد اسرائیل کا سب سے بڑا ظالمانہ کارروائی تھی۔ اس حملے کے دوران (SIDON) کے قریب مہاجر کیمپ کو اسرائیلی فوج نے تین بار ہوائی حملوں کا نشانہ بنایا۔ گھروں کو بموں اور راکٹوں کا نشانہ بنایا گیا صرف ایک آبادی کے گرنے کے نتیجے میں ۷ افراد ملبے تلے دب گئے اور جام شہادت نوش فرمائی۔ پہلے حملے کے بعد جب لوگ گھروں سے باہر نکل آئے تو اسرائیلی طیارے واپس آکر ان پر اندھا دھند بمباری کی۔ یہ حملہ یہودیوں کی (SABBATH) کے دن کیا گیا جس میں کہا جاتا ہے کہ آدمی اپنے لئے روزی کمائے۔

دوسری طرف موزنبیق میں بھی حکومت اور رینمو (RENAMO) حریت پسندوں کے درمیان جھڑپیں جاری ہیں، سولہ لاکھ افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ جن کیمپوں میں موزنبیق کے بے گھر اور آوارہ لوگ رہتے ہیں۔ ان کو زیادہ تر پینے کا صاف پانی اور طبی سہولتیں مہیا نہیں ہیں مغربی صحارا میں بھی ایک لاکھ ۶۵ ہزار مہاجرین رہتے ہیں۔ جو فاسفیٹو کے زمین کے تنازعہ پر مراکش اور پولیساریو جبہی کے ساتھ بارہ سالہ جنگی کارروائیوں کی وجہ سے در بہ در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اس علاقے میں ایک لاکھ مراکش کے مسلح فوجی پولیساریو جبہی کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں۔

زیادہ تر مہاجر وہ بے گناہ لوگ ہیں۔ جو اپنے ملک کی سیاسی ناہمواریوں کی وجہ سے ملک بدر ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے مسلح جھڑپوں کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں پناہ لی ہے۔ جو پہلے ہی سے نہایت پسماندہ ممالک ہوتے ہیں۔ جہاں بنیادی سہولتوں کا فقدان ہوتا ہے۔ مغربی ممالک اگرچہ مہاجروں کی امداد کیا کرتے ہیں۔ لیکن اپنے ملکوں میں بہت کم مہاجروں کو بسنے کے لئے اجازت دیتے ہیں۔ درحقیقت دنیا کی ۱۲ ملین مہاجرین جو جنگ و جدل بھوک، سیاسی ناہمواریوں اور سیلابوں کی وجہ سے اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دنیا کے سرمایہ دار ممالک کی توجہ سے ہٹ گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ممالک صرف اپنی اقتصادی، سیاسی اور فوجی استحکام کی فکر میں ہیں۔

کمانڈر مرزا محمد قانع سے

ایک انٹرویو

آج ہم جہاد کے مقدس محاذ کے ایک ایسے نوجوان کمانڈر سے انٹرویو لے رہے ہیں۔ جنہوں نے جہاد کے طویل عرصہ میں دین اور ملت کے ناپاک دشمنوں کو کافی مالی اور جانی نقصان پہنچایا۔ بلند عزم کا مالک یہ نوجوان کمانڈر صوبہ پکتیا کی زرمت ولسوالی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کا نام کمانڈر محمد قانع سکنہ صالح خیل ہے جو روحانی صاحب کے مجاہدوں کا مسلح کمانڈر رہے۔ اس جری اور نڈر کمانڈر نے ہمارے رپورٹر کے ایک سوال کے جواب میں اپنی حریت پسند ساتھیوں کے بارے میں ان الفاظ میں جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ میں جہاد کے مقدس محاذوں تک پہنچ جاؤں اور عملی طور پر اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہو جاؤں تو اتنا کہوں گا کہ میں صوبہ ننگرہار میں گیارہویں گروپ میں منصبداروں کے عہدے پر فائز تھا۔ اور انقلاب ثور کے آتے ہی میں نے بھی ان مسلمان منصبداروں کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیا۔ جن میں گروپ کمانڈر بہرام الدین سمیت ۳۴ دیگر ملحدوں کو ٹھکانے لگایا۔ یہ واقعہ ۲۹ حمل ۱۲۵۸ کو ہوا۔ چونکہ مسلمان منصبداروں کی تعداد بہت کم تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہم نے اس کامیاب آپریشن کے بعد، جس میں دشمن کو حد سے زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اپنے پیارے ملک کو خیرباد کہا۔ اور اس طرح اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ جہاد کے مقدس محاذوں پر دشمن کے خلاف برسرپیکار رہا۔ اور افغانستان کے ملی اسلامی محاذ کی رکنیت کا اعزاز حاصل کیا۔ تقریباً چار سال تک محاذ کی مرکزی دفتروں میں دین اور وطن کی خاطر نہایت کامیابی اور صداقت کے ساتھ اپنی خدمات

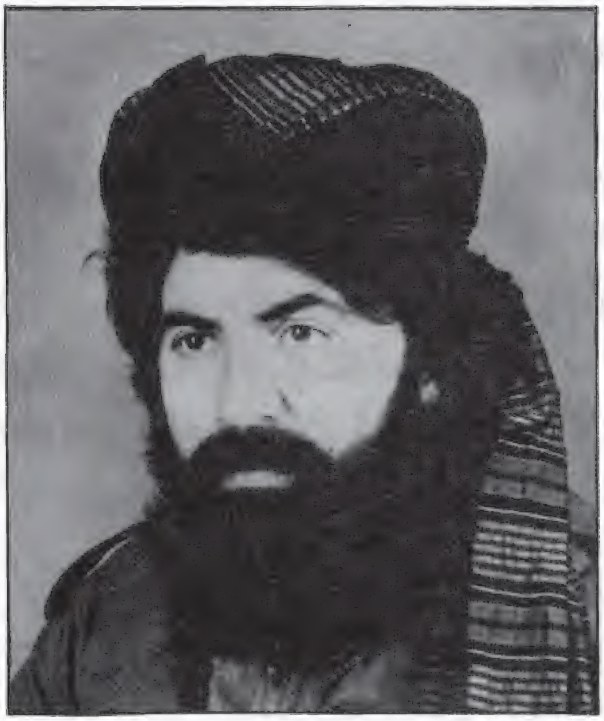

سرانجام دیتا رہا۔ چونکہ میں ایک فوجی عہدیدار ہوں۔ اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ میں جہاد ہی کے حوالے سے اپنا اظہار خیال کروں۔ آخر کار مجھے زرمت ولسوالی کے مجاہدوں کی کمانڈری کے ذمہ داریاں سونپی گئی۔ اور اس طرح میں مکمل طور پر دشمن کے خلاف سینہ سپر رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ آخری فتح تک اپنی مسلح جدوجہد کو جاری رکھوں گا۔ میری نگرانی میں مجاہدوں نے مختلف محاذوں پر دشمن کو جتنا مالی اور جانی نقصان پہنچایا ہے۔ اس ضمن میں میرے ساتھ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں البتہ اتنا کہوں گا کہ ہمارے علاقے میں ہمارے جانباز ساتھیوں نے شجاعت کے جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ ان کے نتیجے میں ۱۴۶۷ کے ماہ سنبلہ میں دشمن کے ناپاک قدم اکھڑ گئے۔ اور اس طرح ہمارا علاقہ مکمل طور پر ہمارے قبضے میں آگیا۔ جناب

محترم کمانڈر مرزا محمد خان قانع سے ہمارا دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ نے اپنے علاقے کے علاوہ دشمن کے خلاف اور محاذوں پر بھی جہاد کیا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے سنتے ہی وہ زیرلب مسکرائے اور داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سارے افغانستان میں دشمن کے خلاف حریت پسند مجاہدوں کا مسلح جہاد جاری ہے۔ اور ایسا بہت کم ہی ہوتا ہے کہ ایک علاقے کی مجاہد دوسرے محاذ پر جائیں لیکن ہم اپنی بے پناہ جنگی مصروفیات کے باوجود ملک کے اور محاذوں پر اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ مسلح جدوجہد میں شریک ہوئے ہیں، ۱۳۶۷ء میں ہمارے مجاہد ساتھی آرگون میں اپنے مجاہد بھائیوں کے ساتھ دشمن کے خلاف شانہ بشانہ لڑے ہیں۔ اس طرح میں نے انفرادی طور پر بھی تنظیم کی ضرورت مطابق ایک عہدیدار کی حیثیت سے کئی جنگوں میں حصہ لیا ہے اس طرح میں ۲۸ دلوئی ۱۳۶۵ خوست کے ایک ولسوالی میں اور ۱۳۶۶ کے ماہ عقرب میں کونڑ کی جنگی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ جس میں ہمارے علاقے کے ایک نوجوان کمانڈر جگڑن محمد امیل زرمتی نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

کمانڈر مرزا محمد خان قانع سے پوچھا گیا کہ آپ کا علاقہ کس وقت دشمن سے آزاد ہوا اور اس مسلح جدوجہد میں مجاہدوں کی کن تنظیموں نے حصہ لیا؟ اس پر کمانڈر صاحب نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے نہایت ہی شکر گزار ہیں کہ ہماری مسلح جدوجہد کو قبولیت کا شرف بخشا۔ اور کفر پر ہمیں فتح نصیب فرمائی۔ سچی بات یہ ہے کہ پکا ارادہ فتح کی اولین شرط ہے۔

اس موقعہ پر انہوں نے خوشحال خان خٹک کا شعر کہا۔

ترجمہ: غوطہ زن ہو کر ہی پاؤ گے وہ گوہر جو پنہاں دریا میں۔

ہماری ولسوالی میں جہاد کی تمام تنظیموں کے نڈر مجاہدوں نے اپریشن میں حصہ لیا۔ جس کے نتیجے میں ماہ سنبلہ میں یہ علاقہ کفر کے نتیجہ سے آزاد ہوا۔ اس طرح علاقے کی سیاسی اور انتظامی قدرت مجاہدوں کے قبضے میں آئی۔ آج یہ ولسوالی ہماری کنٹرول میں ہے۔

جناب محترم کمانڈر مرزا محمد خان قانع سے پوچھا گیا۔ کہ آزادی کے بعد حریت پسند مجاہدین گھروں میں بیٹھ گئے یا کسی اور علاقے میں اپنی مسلح جدوجہد کو دوام بخشا۔ تو انہوں نے کہا۔ یہ تو واضح بات ہے کہ کسی علاقے کے فتح کرنے سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمارا ہدف تو تمام افغانستان کو باطل قوتوں سے آزاد کرانا ہے۔ اس لئے آزادی کے بعد ہم نے ایک اسلامی نظامی شوریٰ تشکیل دی۔ جس کا میں بھی ایک رکن ہوں۔ شوریٰ کے تشکیل کے بعد ہم صوبہ پکتیا کے مرکز گردیز کے اردگرد برسرپیکار مجاہدوں سے ملے اور یوں اب اس شہر کا محاصرہ جاری ہے۔

جناب محترم کمانڈر محمد خان قانع سے افغان مجاہدین کی اسلامی عبوری حکومت اور ان کے ساتھ حریت پسند مجاہدوں کی حمایت اور تائید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ ہماری قربانیوں کے صلے میں ہمیں اس قابل بنایا کہ اپنی خواہشات کے مطابق ایک ایسی حکومت کو تشکیل دیں۔ جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ میں اسلامی عبوری حکومت پر خوش ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ ہماری یہ عبوری حکومت ان ذمہ داریوں سے عہدہ براہ ہو سکے گی۔ جو ان کے ذمہ ڈالی گئی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ وحدت اور یکجہتی پر خوش ہوتا ہے۔ اور انشاء اللہ ہمارے مجاہدین وحدت اور یکجہتی کے ذریعے اپنی عالی ہدف کو پائیں گے۔

انٹرویو کے آخر میں نوجوان کمانڈر جناب مرزا محمد خان نے مجاہدوں کے نام اپنے پیغام میں کہا، اپنے مسلمان اور مجاہد ملت کو بحیثیت ایک خادم اور جہاد کے مقدس محاذوں کے ایک سپاہی کے طور پر میرا یہ پیغام ہے کہ دربار خداوندی میں ہمیشہ شکر گزار رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کے ایک سپر طاقت روس پر فوقیت دی۔ اور ان کے ہاتھوں اس سرخ استعمار کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا۔ اور اس طرح بے بہا قربانیوں کے بعد اپنی مٹی کو ان ناپاکوں کے قدموں سے پاک کر دیا۔ لیکن روسیوں کے جانے سے ہمارا جہاد ختم نہیں ہوا۔ اور یہ اس وقت تک جاری

رہے گا جب تک روس کے غلاموں خلقی اور پرچمی کو اپنے ملک سے دھکیل باہر نہ کر دیں۔ خدا کرے کہ ہم جلد ہی اس عالی ہدف کو پہنچ جائیں۔ میں اپنے مجاہد بھائیوں سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ اپنی صفوں میں مکمل طور پر اتحاد قائم کریں۔ مجاہد بھائیوں کا یہ فرض ہے کہ ان عناصر کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ جو جہاد میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہر علاقے کی آزادی کے بعد ہمارے کمانڈر اور مجاہد بھائی اس طرف دھیان دیں کہ عام لوگوں کی زندگی کا خاص خیال رکھیں ان کے مال و اسباب کو تخریب کار عناصر کی لوٹ مار سے بچائیں۔ اور اب ہم کھلے دل سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ تمام ملک کے کونے کونے پر اسلام کا مقدس اور روشن جھنڈا بہت جلد ہی لہرائے گا۔ انشاءاللہ

روس کے مذموم عزائم

لونگین

اسٹراتیجک کے رو سے افغانستان ایک پہاڑی ملک ہے۔ جو بلند و بالا پہاڑوں کے بیچ میں واقع ہے۔ بڑے بڑے دریاؤں نے اس ملک کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہے اور زراعت کے ضمن میں اس دھرتی کو خود کفیل بنا دیا ہے۔ افغانستان قدرتی ذخائر کی بدولت بھی ایک غنی ملک ہے۔ اور ان کی کونے کونے میں قدرتی ذخائر وافر مقدار میں موجود ہے۔

مندرجہ ذیل میں چند قدرتی ذخائر کے نمونے بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔ درہ پنجشیر میں لوہا۔ صوبہ بامیان میں مس، کوتلہ صوبہ تالقان میں نمک، صوبہ بدخشان میں نمک، ماچس، تحصیل سرپل میں تیل اور صوبہ کابل میں لوہا، المونیم، وکروم کی بہت سے قدرتی ذخائر کی نشان دہی کی گئی ہے۔ لیکن اب تک اس پر کوئی کام نہیں کیا گیا ہے۔ جو گزشتہ حکومتوں کی غفلت اور لاپرائی کا نتیجہ ہے افغانستان جغرافیہ کے حیثیت کے اعتبار سے ایشیا کے وسط میں ایک ایسا ملک ہے جو سیاسی و معاشی برتری کی سبب سے ان کو خاص کر مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لئے کہ افغانستان میں خطوں (ہند ایران، وسطی ایشیا) کا محل اتصال ہیں۔ افغانستان معاشی و اقتصادی امور کے سلسلے میں کشت و زراعت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ملک کی بیشتر صنعت الیکٹرانیک نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ قابل کار نہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ افغان سرزمین کے ہر حصہ میں قدرتی ذخائر کی وافر مقدار موجود ہیں۔ جو اب تک سروے و نشان دہی سے باقی رہ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ کے سلسلے میں سامراجی یلغار سے بچ نہیں رہ گئے ہیں۔ لیکن کوئی حملہ اور طاقت نے اس ملک کی تسخیر کے سلسلے میں اپنے مذموم مقاصد کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ اسکندر اعظم، چنگیز، برطانوی سامراج اور دوسرے سامراجیوں کی شکست دنیا کی تاریخ میں سنہرے حروف سے رقم ہے۔

تاریخ انسانی اس حقیقت کی گواہ ہے کہ افغان مسلمان عوام نے دفاع دین و وطن سر کے بدلے کیا ہے اور کبھی بھی فرعونی و قارونی طاقتوں کے مقابلہ میں سر خم تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ دلیرانہ طور پر خارجی جارحیت کو کچل کر رکھ دیا۔ اور ان کے مذموم مقاصد پر پانی پھیر دیا۔

روس کی ملحد عناصر طویل عرصے سے افغانستان کے تسخیر کے سلسلے میں طرح طرح کے منصوبوں پر عمل پیرا تھا اور اس مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے چشم براہ تھے۔ تاکہ افغانستان کے مسلمان عوام کو وسطی ایشیا کی مظلوم مسلمانوں کی طرح ہڑپ کیا جائے۔ روس کی ملحد قیادت نے ۱۹۷۸ء میں اپنے دیرینہ ساتھی محمد ترہ کئی کو ایک فوجی سازش کے ذریعہ افغان مسلمان عوام پر مسلط کر دیا۔ جب

ان ملحدوں کا بیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ تو یہ ۱۹۷۹ء افغان سرزمین پر براہ راست فوجی حملہ کیا۔ جو بعد میں نہ صرف افغانستان کی اسلامی تشخص ختم ہو کر رہ گیا۔ بلکہ افغانستان کی غیر جانبدار حیثیت و ارضی تمامیت کو شدید دھچکا لگا۔ روس اور ان کے حواریوں نے ۱۹۷۸ء سے لیکر اب تک جو مظالم افغان عوام پر ڈھائے ہیں دنیا کی تاریخ اس طرح مظالم کی پیش کرنے سے معذرت خواں ہے۔ افغانستان کے مسلمان عوام کی اطوار و عادات میں آزادی روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ آزادی کے بغیر ان کی صبریں بے روح ہیں۔ وہ قوم جو خود مختاری ان کی رگوں میں رچی ہوئی ہے وہ کبھی بھی غیروں کے سامنے کمزوری کی دلیل پیش نہیں کریں گی۔ اور نہ ان کی حاکمیت مان لیں گے۔

افغانستان کے مسلمان عوام نے شروع دن سے روسیوں اور ان کی مزدوروں کے خلاف ننگین قیام کا مظاہرہ کیا ہے اور طرح طرح مشکلات کے باوجود اپنے جہادی ہتھیار اسلام دشمنوں کے سامنے نہیں ڈالے۔ بلکہ اپنے دشمن کو شکست سے دو چار کیا۔ افغانستان کے مسلمان و غیور عوام اپنے ملک کی تسلط ننگینی تصور کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ کمیونزم جیسے غیر انسانی نظام میں کے تحت زندگی گزارنا شیر مردان و انسان کے لئے ناقابل برداشت ہیں۔ افغان مجاہد عوام اپنے خود مختاری کو اپنی حیات تصور کرتے ہیں اسلام کے سچے و مستحکم قوت نے مجاہد افغانوں کی احساس کو تقویت بخشا ہے۔ اور ہمارے چند سالہ جہاد کو ثمر بخش نتیجہ اس احساس کی مرہون منت ہے۔

اگرچہ افغان مجاہد عوام نے چند سالہ جہاد کے دوران ہر طرح مصائب و مشکلات کا سامنا ہوا۔ انسانیت سوز جیلوں کے نذر ہوا۔ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اجتماعی قبروں میں زندہ دفن ہوا۔ طیاروں کے ذریعہ ہزاروں میل بلند از تفاع سے زمین کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔ ہجرت کا راستہ اختیار کیا۔ افغان مجاہد عوام نے یہ سب کچھ از یتی و قربانی اسلام کے بالادستی و دفاع وطن کے خاطر برداشت کر لیا۔

پاکستانی بھائیوں کی مسلسل حمایت نے ہمارے دلوں اور ذہنوں پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ ان کی قابل قدر خدمات ہمارے ذہنوں پر مثبت ہیں۔ اپ انصار بھائیوں نے ہم کو خلوص دل سے خوش آمدید کہا ہے اور آپ نے حقیقی طور پر اسلامی ذمہ داری کو سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم نصیب فرمائے۔

حالیہ وقتوں میں افغان مجاہدین کے مقابلے میں ملحد دستے ناکام ہو چکے ہیں۔ اور دن بہ دن احساس کمزوری و کمتری میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ ہم پوری طرح مطمئن ہیں کہ انشاء اللہ عنقریب افغانستان کے اندر اسلامی پرچم لہرایا جائے گا۔ اس حساس و نازک مرحلوں میں صبر، استقامت، اتحاد و جدوجہد افغان مجاہدین کی کامیابی کے لئے بہترین وسیلہ فتح ہے۔ افغان مجاہدین و مہاجرین کو چاہیئے کہ اپنے صفوں میں اتحاد و یگانگت کو برقرار رکھے اور دشمن کی تمام تر سازشوں سے یہ کھڑے

سلسلے میں ذرہ بھر کسر نہ اٹھائے تاکہ نفاذ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بن جائے۔ انصار بھائیوں سے بھی یہی اللہ علیہ کہ ماضی کی طرح افغان مجاہدین کی مدد کی جائے۔ ہم اپنے انصار بھائیوں کو یہ حقیقت ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ خود مختار اور اسلامی افغانستان کے بغیر اندرون پاکستان قیام امن کے امکانات بعید نظر آتے ہیں۔ افغانستان حساس پوزیشن کی رو سے ایشیا کی درون فتح محسوب ہو رہا ہے۔ اگر افغانستان پر سامراجی طاقتیں قبضہ جمائیں۔ تو اس صورت میں پڑوسی ملکوں میں سیاسی و معاشی ردو بدل کا قدرے امکان ہے۔ اس لئے ہم سب کو چاہیئے کہ پورے اتحاد و ہم اہنگی کے ساتھ دشمنوں کی سازشوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ امت مسلمہ کے لئے باہمی اتحاد و باہمی تعلقات واحد وسیلہ کامیابی ہے۔

افغانوں کی مدد

ہرات و کابل و قندہار کے سرفروشوں کو سلام
محمود غزنوی کے فرزندوں اور بدخشان کے غازیوں کو سلام

امداد کرو افغانوں کی
غیرت مند جوانوں کی
آگ میں جلتی جانوں کی
خون آلود انسانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

رب راکھا مظلوموں کا
کابل کے معصوموں کا
بے بس اور محرومو ں کا
خیر ہو خستہ جانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

نگری، نگری بوئے خون
وادی، وادی جوئے خون
انسانیت خوار و زبون
آہیں بے سامانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

اللہ کے متوالے ہیں
پاک محمدؐ والے ہیں
عزم و ہمت والے ہیں
دھوم ہے ان کی شانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

اپنے گھروں سے دور ہوئے
صدموں سے رنجور ہوئے
بے چارے مجبور ہوئے
زد میں ہیں طوفانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

شوقِ شہادت سینوں میں
جرأت ان کے قربانیوں میں
جگمگ نور جبینوں میں

اِک رونق ویرانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

جنگ ہے دین ایمان کی جنگ
جنگ ہے پاکستان کی جنگ
جنگ عرب ایران کی جنگ

جنگ نہیں بے جانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

توپوں سے یہ ڈرتے نہیں
دم غیروں کا بھرتے نہیں
مرجاتیں تو مرتے نہیں

شان ہے یہ مستانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

ہر اِک حوصلہ مند افغان
سینہ تانے ہے ہر آن
حیران سب روسی پردھان

مت ماری دھنوانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

قرآن جن کے سینے میں
دل مکے اور مدینے میں
ہے عظمت جن کے جینے میں

کیا بات ہے ان دیوانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

اللہ کی تلواریں ہیں
فولادی دیواریں ہیں
خالد کی للکاریں ہیں

ہر سو گونج اذانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

غوری اور ابدالی جاگے
غزنوی اور غزالی جاگے
دنیا بھر کے والی جاگے

خیر نہیں بلوانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

خاور ہم ہیں بے ساماں
رب کے آگے نالہ کناں
بھیج ملائک ربِّ جہاں

جیت ہو ان دیوانوں کی
امداد کرو افغانوں کی

مسلمان حاکم اسلام کی نظر میں

مولوی عبدالواسع نعمانی

حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اپنی بعثت کے ذریعے دنیا کے تمام مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی برکتوں کی نوید دی۔ آقائے نامدار حضرت نبی کریمؐ نے نہ صرف مذہبی زندگی کے بارے میں ارشادات فرمائے ہیں بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کو سیاسی اور معاشرتی نظام جن کا دارومدار عدالت پر ہے بشارت دی۔ آپؐ چاہتے تھے کہ ایک طرف بغیر کسی خوف ریاس کے ایک خدا کی بندگی اور عبادت کی جائے اور دوسری طرف خدا کا نظام خدا کی زمین پر قائم ہو اور اس طرح روئے زمین سے فتنہ، فساد ظلم، خیانت، جھوٹ، غصب، دھوکہ بازی، سود اور جنگ و جدل کا خاتمہ ہو۔ تمام بندوں کے درمیان امن و امان، عدل اور انصاف کا دور دورہ ہو۔ حجۃ اللہ البالغۃ نامی کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں۔

اسلام میں جتنے حدود اور تعزیرات ہیں ان سب کا واحد مقصد زمین سے فتنہ اور فساد کو جڑ سے اکھاڑ کر باہر پھینکنا ہے اور جتنے اصول اور قوانین جو معاشروں اور معاملوں میں موجود ہے۔ اس کا مطلب عوام کے درمیان امن و امان، سکون انصاف اور خوشحالی قائم کرنا ہے۔ اور جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا گیا ہے ان تمام کا ہدف معاشرے سے دھوکہ اور فریب کو مٹانا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام کی اجتماعی نظام میں کہیں بھی نسل و پیدائش، ادبی و لسانی، تہذیب و ثقافت، ہوا اور ملک کی امتیازات زیر بحث نہیں لائی گئی اور نہ اس قانون میں کہیں ترجیحات نام کی کوئی شے شامل ہے۔ یہ قانون الٰہی ہے جو تمام انسانوں کے لئے برابری کی بنیاد پر بنایا گیا ہے۔ ہر ایک انسان چاہے وہ عربی ہو یا عجمی، سیاہ ہو یا سفید، ہندی ہو یا تاتاری، ایشیائی ہو یا یورپین، مشرقی ہو یا مغربی۔ ان سب کے لئے مساوی قوانین اور حقوق ہیں۔

یہ تمام قوانین معاشرہ میں اس وقت تطبیق ہوتے ہیں جہاں اسلامی بنیادوں پر قائم ایک مسلمان حاکم اور اسلامی ریاست موجود ہو۔ تمام لوگ ایک مسلمان اور متدین شخصیت کے انتخاب کرنے میں ہم نوا ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔ واللہ یزع اللہ بسلطان اعظم مما یزع بالقرآن۔ کنزا لعمال۔ یعنی اللہ کی قسم جتنا ایک بادشاہ کے ذریعے لوگ فتنوں اور فسادوں سے منع ہوجاتے ہیں وہ بہت بڑا ہے اس سے جو قرآن کے ذریعے منع ہوجاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اسلام تلوار کے نیچے ہے یعنی اسلامی احکام کی تعمیل اور تمام فحش اور قبیح کاموں کا انسداد اور اسلامی ریاست کا قیام تلوار یعنی جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے

ایک دوسرے حدیث شریف میں نبی کریمؐ کا ارشاد ہے تم میں سے وہ لوگ جو معاشرہ میں کوئی غلط کام دیکھیں تو اس کو ہاتھ کے ذریعے منع کردیں اور اگر ان کی یہ طاقت نہ ہو زبان کے ذریعے ان کو منع کریں اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل میں ان سے نفرت کریں اور یہ آدمی سب سے ضعیف الایمان ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی قانون کا اطلاق فتنہ اور فساد کا خاتمہ تلوار اور بازو کی قوت پر تب ممکن ہے جہاں اصل معنوں میں ایک دیندار، عالم، قوی ارادے کا مالک

صاحبِ حوصلہ، رعایا کا ہمدرد، مظلوم اور بے بس لوگوں کا ساتھی موجود ہو جس کا گمراہ اور ظالم لوگوں پر مکمل کنٹرول ہے۔

حاکم کی انتخاب اور تقرری میں ایک طرف تو عوام کے ارادوں

ٹڈر مجاہد اپنے محاذ کی نگرانی کر رہا ہے۔

کا احترام ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ملّت بے اتفاقی سے بچ جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ ایک حاکم ہی اچھا ہے چاہے وہ صالح ہو یا فاسق، لوگوں نے عرض کی کہ صالح امیر تو اچھا ہی ہوگا مگر یہ فاسق حاکم کس طرح ہوگا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ فاسق امیر کے واسطے بھی اللہ تعالےٰ لوگوں کو ڈاکوؤں، چوروں اور ظالموں سے نجات دلاتا ہے اور اسی کے ذریعے دشمنوں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے اور انہی کی بدولت مسلمانوں کے ہاتھ مالِ غنیمت ہاتھ آسکتا ہے اور انہی کی بدولت حدود جاری کئے جا سکتے ہیں اور انہی کی بدولت بیت اللہ شریف میں حج کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں اور انہی کی بدولت مسلمان اپنی زندگی کی آخری لمحوں تک اسلامی شعائر (اذان) خطبہ۔ جمعہ اور عیدین کی نماز، اور تشریق کی تکبیریں وغیرہ مکمل تسلی اور اطمینان کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ حضرت علیؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ

ایک حاکم پر یہ فرض ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے قانون کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو اپنی امانت کو ادا کریں (عوام کی دنیا و آخرت کی بہبود کو عملی طور پر نگرانی میں رکھیں اور ان کو ہر قسم مشکلات اور مصیبتوں سے تحفظ دیں) اگر اس نے اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سے پورا کیا تو پھر عوام پر یہ لازم ہے کہ ان کی اطاعت کریں اور حکم عدولی نہ کریں۔ ابن اسحاقؒ سے روایت ہے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو اپنے پہلے خطبے میں یوں فرمایا۔

مسلمانوں کے لئے دو بادشاہ جائز نہیں اگر کہیں دو حاکم ایک ساتھ مسلط ہو گئے تو علاقے کا سارا انتظام ختم ہو جائے گا۔ جمعیت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ نئے نئے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ تو ایسی صورت میں اسلامی اقدار ماند پڑ جائے گی۔ بدعتیں اور شیطانی رسومات کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ ایسی بڑی بڑی فتنیں سر اٹھائیں گی کہ پھر اس کی اصلاح کی کسی کو بھی طاقت نہیں ہو گی آخر میں فرمایا — میں آپ لوگوں کا امیر منتخب ہوا ہوں تم لوگ میرے وزیر اور دینی بھائی ہو۔

مختلف صحابہ کرامؓ سے اس طرح روایت ہے کہ زمین پر صالح حاکم ظل اللہ ہے جس کی رحم کی گود میں تمام مظلوم لوگ پناہ لیتے ہیں ایک اور جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کچھ اس طرح روایت نقل کیا گیا ہے کہ عادل اور صالح حکمران زمین پر خدا کی ظل ہے۔

مندرجہ بالا احادیث کے معنی یہ نہیں کہ حکمران اللہ تعالےٰ کی ظل ہے بلکہ ان کے معنی یہ ہیں کہ عدل اور انصاف جو حکومت کا خاصہ ہوتی ہے زمین پر عوام کے لئے ظل اللہ ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ حکومت کے اور امور پر سلطان کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ السلطان ولی من لاولی له۔ یعنی وہ جو سلطان نہیں رکھتے حکومت ان سلطان کی ہے یہاں سلطان سے مطلب حکومت ہے۔ یعنی وہ جو سلطان نہیں رکھتے حکومت ان سلطان کی ہے یعنی حکومت کے ہر ایک نمائندے مثلاً قاضی، حاکم اور والی کو بھی سلطان کہا جاتا ہے۔

وہ لوگ جو حکومت کے امور شرعی طریقہ پر سرانجام

خلاف بھرپور قیام کا اعلان کر دیا، اور اپنے عزیز سرزمین کی آزادی تک جہاد جاری رکھنے کا حکم صادر کیا۔ اگرچہ افغانستان کے مسلمان وہنتے عوام نے اس معرکہ حق و باطل کے دوران طرح طرح کے مظالم و مصائب کا شکار ہو گئے۔ وحشی کتوں کے لقمہ اجل بن گئے لوگوں کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا گیا۔ لیکن پھر بھی ان کے جذبۂ حریت جوان نظر آتے ہیں اور حملہ آور فوجیوں کے مدمقابل ایک کھڑے چٹان کی طرح ڈٹے ہوتے ہیں۔

نیز حالیہ چند سالوں کے دوران ان کے سچے ارادوں میں کوئی ایسی کمزوری دیکھنے میں نہیں آئی جس سے اسلام دشمن عناصر کو فائدہ یا خوشی نصیب ہوتی ہو۔ بلکہ دن بہ دن اسلام کے شیدائیوں نے اپنے ایمان و دادِ شجاعت کے بل بوتے پر حملہ آور فوجیوں کو خندقوں و محاذوں تک محصور کر رکھا اور ان کو حملہ کرنے کے بجائے دفاع پہ مجبور کر دیا

روس کی کمیونسٹ قیادت شروع سے یہ سمجھتی تھی کہ بہت جلد ہی ہماری یلغار سے بعد آزاد افغانستان کا نام و نشان دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا۔ لیکن روس کے درندہ صفت لیڈر اس حقیقت سے یکسر بے خبر تھے کہ جس قوم کے دلوں میں حب الایمان و حب الوطن کا جذبہ کارفرما ہو ان کی ازلی آزادی کو سبھی مفکروں و دانشوروں نے تسلیم کر لیا ہے اپنی سماجی تشخص و دفاعِ وطن کی بحالی کی راہ میں اپنی قربانیوں کو فخر سمجھتے ہیں۔ غلامی سے ملت کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ روس کی طرح کی ایک ملحد طاقت ان کی حقیقی آزادی کو ختم کر سکے یا ان کو غلام بنا سکے۔ دنیائے عرب کے مشہور مفکر جناب الف ارسلان نے افغان قوم کے بارے میں

صوبہ کندھار میں موجود روٹی پلانٹ جو آج کل جانباز مجاہدین کے قبضے میں ہے

اپنے تاثرات کو یوں رقمطراز کیا ہے۔

خدا کی قسم! اگر سب دنیا کفر و ضلالت اور غلامی کے اندھیروں میں ڈوب جائے پھر بھی وہ قوم جو ہمالیہ و ہندوکش کے درمیان پہاڑوں میں بستی ہے اپنے اسلامی تشخص و خود مختاری کو برقرار رکھیں گی۔

جب روس کے لیڈروں نے افغان مجاہدین کے مقابلے میں اپنے حملہ آور فوجیوں کی ناکامی بچشم خود دیکھی اور اپنی شکست کا بھرپور احساس کیا تو پھر طرح طرح کی سازشیں شروع کیں تاکہ ان مذموم سازشوں کی مدد سے ایک طرف اپنے فوجیوں کی واپسی کو آسان بنا دیا جائے اور دوسری جانب کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو استحکام بخش دے۔

جنیوا مذاکرات، قومی مصالحت، لویہ جرگہ، اسلامی حکومتی وغیرہ ان سازشوں کی چند کڑیاں ہیں۔ لیکن جہاد افغانستان کے مسلمان لیڈروں نے روس پر ثابت کر دیا کہ اس طرح سازشیں افغان تنازعہ کے تصفیہ کے سلسلے میں نہ موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ اور نہ افغان مجاہدین کو اپنی حقیقی کامیابی سے روک سکتی ہے۔

روس کی ملحد قیادت اپنی تمام تر سازشوں و جد و جہد کی باوجود اس بات پر مجبور ہوئی کہ وہ اپنا بستر افغان سرزمین سے باندھ لے۔ آخر کار روس کی حملہ آور دستے بدترین فوجی شکست کے ساتھ افغان مجاہد عوام کو الوداع کہا اور انخلاء کے بعد نہ صرف بین الاقوامی پریس نے روسی فوجیوں کی ناکامی کا ذکر کیا بلکہ روس کے اندر روزناموں نے روسی فوجیوں کی شکست کو تسلیم کر لیا اور یہاں تک لکھا گیا کہ افغانستان میں کمیونزم ناکام ہو گیا۔ اگرچہ روس کی درندہ صفت فوجیں افغان مجاہدین کی مزاحمت کی وجہ سے نکلنے پر مجبور ہوئی لیکن اب بھی افغانستان کے اندر ملحد قیادت کی علامت موجود ہیں۔ وہ کابل انتظامیہ کی موجودیت و استقرار ہے جو اب تک ملحد لیڈروں کے سہارے قائم ہے۔ ہمیں پوری طرح یقین ہے کہ کابل انتظامیہ اپنے آقاؤں کی طرح چند دن کی مہمان ہے وہ دن دور نہیں کہ یہ آخری دستے بھی وطن فروشوں کے چہروں میں اپنی رسوائی و ناکامی کا پیغام آقاؤں تک پہنچائے اور ان کے دامن میں خیمہ زن ہو جائیں

افغان مجاہدین

روس کی توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ

سلام شاہد

دُنیا کی تاریخ اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ روسی استعمار طویل عرصہ سے انسانیت کے خلاف طرح، طرح منفی منصوبوں پر عمل پیرا رہے ہیں۔ حقیقت میں روسی استعمار انسانی تاریخ کے تمام تر ادوار میں توسیع پسندانہ عزائم کے حامل رہے ہیں۔ اپنی ترقی و خوشحالی کو دنیا کی مظلوم قوموں کے قتل و غارت میں ڈھونڈا ہے۔ اگر روس کی بدنام تاریخ کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی موجودہ روس بارہویں صدی سے پہلے ایک چھوٹا سا علاقہ تھا۔ جو تاتار مسلمانوں کو جزیہ دیتے تھے جب الیگزنڈر نوفسکی ماسکو کے سربراہ بن گئے تو کچھ عرصہ بعد ماسکو کے باشندوں نے نہ صرف جزیہ دینے سے انکار کر دیا بلکہ ارد گرد علاقوں کے تسخیر کے لئے کئی منصوبے بھی بنانے لگے۔ اپنی سامراجی پالیسی کی بدولت ماسکو کی سرحدوں کو وسعت دے دی۔ روس کی سب لیڈروں نے اپنی قیادت کے دوران مسلسل طور پر بیگناہ اور نہتے لوگوں پر بے تحاشا ظلم ڈھائے اور اس طریقے سے بے دفاع معاشروں کی سماجی تشخص، خود مختار سیاست، غیر جانب دار سیاست و انسانی حقوق پر ڈاکہ ڈالا، ان کی قدرتی ذخائر اور قیمتی اجناس کو سنگدلی سے لوٹ لیا۔ روس کی جارحیت پسند سربراہوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں، اپنے منافع کے تحفظ و سرحدوں کی وسعت کے لئے کیسے کیسے ظلم، وحشت، بربریت اور دہشت گردی سے دریغ نہیں کیا اور نہ اس سلسلے میں مظلوم اقوام کے مصائب و قربانی کو نظر انداز کیا اور نہ کسی معاشرے کی تباہی کا احساس کیا بلکہ ہر وقت و ہر جگہ اپنے منافع کے حصول کی راہ میں براہ راست جارحیت کا ارتکاب کیا اور اس جارحانہ پالیسی کی بدولت ایک طرف اپنے منافع کو سنبھال کر رکھا ہے اور دوسری جانب دنیا کی بے بس و مظلوم اقوام پر اپنا فرعونی و قارونی سیاست مسلط کر گیا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں روسی مظالم کی داستانیں بہت لمبی ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے جو قومیں روسی جارحیت کی زد میں آگئے ہیں ان کو ہمیشہ کے لئے زیر نگین رکھا ہے اور ان کی انسانی ارادے پر کمیونسٹ ٹولیوں کا پہرہ بٹھا دیا ہے۔

روس کی کمیونسٹ قیادت نے آج سے بارہ سال پہلے ۱۹۷۸ء میں اپنے دیرینہ ایجنٹوں کو ایک فوجی سازش کے نتیجے میں افغانستان کے دلیر مسلمان عوام پر جبراً مسلط کیا اور ایک سال بعد مورخہ ۱۹۷۹ء کو افغانستان پر براہ راست جارحیت کا مظاہرہ کر کے اپنے اسی ہزار فوجیوں کو، جو جدید ہتھیاروں سے لیس تھے افغانستان کی اندر جھونک دیا جس سے نہ صرف افغانستان کی اسلامی تشخص غیر جانب دار سیاست، ارضی تمامیت آزاد پنج ہزار سالہ تاریخی حیثیت کو شدید دھچکا لگا بلکہ خلیج فارس کی ریاستوں اور برصغیر کے ملکوں میں براہ راست خطرے کا احساس ہونے لگا ان لوگوں کا یہ اندیشہ حقیقی طور پر بجا تھا اس لئے کہ افغانستان کو روسی منصوبے کے مطابق برصغیر و خلیج فارس پر قبضے کے سلسلے میں منزل راہ کی حیثیت سے کام دے گئے ہیں۔ خوش قسمتی سے افغانستان کے غیور و مسلمان عوام کے جو فطرتاً آزادی و خود مختاری ان کی رگوں میں سرایت کر گئی ہے اور کبھی بھی غیروں کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا ہے ایک بار پھر روسی فوجیوں کے

خلاف بھرپور قیام کا اعلان کر دیا، اور اپنے عزیز سرزمین کی آزادی تک جہاد جاری رکھنے کا حکم صادر کیا۔ اگرچہ افغانستان کے مسلمان وہنتے عوام نے اس معرکہ حق و باطل کے دوران طرح طرح کے مظالم و مصائب کا شکار ہو گئے۔ وحشی کتوں کے لقمہ اجل بن گئے لوگوں کو ترکِ وطن پر مجبور کر دیا گیا۔ لیکن پھر بھی ان کے جذبۂ حریت جوان نظر آتے ہیں اور حملہ آور فوجیوں کے مدمقابل ایک کھڑے چٹان کی طرح ڈٹے ہوتے ہیں۔

نیز حالیہ چند سالوں کے دوران ان کے سچے ارادوں میں کوئی ایسی کمزوری دیکھنے میں نہیں آئی جس سے اسلام دشمن عناصر کو فائدہ یا خوشی نصیب ہوتی ہو۔ بلکہ دن بہ دن اسلام کے شیدائیوں نے اپنے ایمان و دادِ شجاعت کے بل بوتے پر حملہ آور فوجیوں کو خندقوں و محاذوں تک محصور کر رکھا اور ان کو حملہ کرنے کے بجائے دفاع پر مجبور کر دیا

روس کی کمیونسٹ قیادت شروع سے یہ سمجھتی تھی کہ بہت جلد ہی ہماری یلغار کے بعد آزاد افغانستان کا نام و نشان دنیا کے نقشے سے مٹ جائے گا لیکن روس کے درندہ صفت لیڈر اس حقیقت سے یکسر بے خبر تھے کہ جس قوم کے دلوں میں حب الایمان و حب الوطن کا جذبہ کارفرما ہو ان کی ازلی آزادی کو سبھی مفکروں و دانشوروں نے تسلیم کر لیا ہے اپنی سماجی تشخص و دفاعِ وطن کی بحالی کی راہ میں اپنی قربانیوں کو فخر سمجھتے ہیں۔ غلامی سے ملت کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ روس کی طرح کی ایک ملحد طاقت ان کی حقیقی آزادی کو ختم کر سکے یا ان کو غلام بنا سکے۔ دنیائے عرب کے مشہور مفکر جناب الف ارسلان نے افغان قوم کے بارے میں اپنے تاثرات کو یوں رقمطراز کیا ہے۔

خدا کی قسم! اگر سب دنیا کفر و ضلالت اور غلامی کے اندھیروں میں ڈوب جائے پھر بھی وہ قوم جو ہمالیہ و ہندوکش کے درمیان پہاڑوں میں بستی ہے اپنے اسلامی تشخص و خودمختاری کو برقرار رکھیں گی۔

جب روس کے لیڈروں نے افغان مجاہدین کے مقابلے میں اپنے حملہ آور فوجیوں کی ناکامی بچشم خود دیکھی اور اپنی شکست کا بھرپور احساس کیا تو پھر طرح طرح کی سازشیں شروع کیں تاکہ ان مذموم سازشوں کی مدد سے ایک طرف اپنے فوجیوں کی واپسی کو آسان بنا دیا جائے اور دوسری جانب کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو استحکام بخش دے۔

جنیوا مذاکرات، قومی مصالحت، لویہ جرگہ، اسلامی حکومتی وغیرہ ان سازشوں کی چند کڑیاں ہیں۔ لیکن جہاد افغانستان کے مسلمان لیڈروں نے روس پر ثابت کر دیا کہ اس طرح سازشیں افغان تنازعہ کے تصفیہ کے سلسلے میں نہ موثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ اور نہ افغان مجاہدین کو اپنی حقیقی کامیابی سے روک سکتی ہے۔

روس کی ملحد قیادت اپنی تمام تر سازشوں و جد و جہد کی باوجود اس بات پر مجبور ہوئی کہ وہ اپنا بستر افغان سرزمین سے باندھ لے۔ آخر کار روس کی حملہ آور دستے بدترین فوجی شکست کے ساتھ افغان مجاہد عوام کو الوداع کہا اور انخلا کے بعد نہ صرف بین الاقوامی پریس نے روسی فوجیوں کی ناکامی کا ذکر کیا بلکہ روس کے اندر روزناموں نے روسی فوجیوں کی شکست کو تسلیم کر لیا اور یہاں تک لکھا گیا کہ افغانستان میں کمیونزم ناکام ہو گیا۔ اگرچہ روس کی درندہ صفت فوجیں افغان مجاہدین کی مزاحمت کی وجہ سے نکلنے پر مجبور ہوئی لیکن اب بھی افغانستان کے اندر ملحد قیادت کی علامت موجود ہیں۔ وہ کابل انتظامیہ کی موجودیت و استقرار ہے جو اب تک ملحد لیڈروں کے سہارے قائم ہے۔ ہمیں پوری طرح یقین ہے کہ کابل انتظامیہ اپنے آقاؤں کی طرح چند دن کی مہمان ہے وہ دن دور نہیں کہ یہ آخری دستے بھی وطن فروشوں کے چہروں میں اپنی رسوائی و ناکامی کا پیغام آقاؤں تک پہنچائے اور ان کے دامن میں چشمہ زن ہو جائیں

صوبہ کندھار میں موجود روٹی پلانٹ جو آج کل جانباز مجاہدین کے قبضے میں ہے

خلفائے راشدین کے پہلے قائد

حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ

تحریر: نقیب اللہ

حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کا نام عبداللہ تھا اور ابی قحافہ کے نام پر بھی یاد کئے جاتے تاریخ اسلام میں آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں مسلمان اس کی دیانت، صداقت اور خلق عظیم پر آج بھی نازاں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ لوگوں میں صدیق کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلافت راشدہ کے پہلے قائد تھے۔ حضرت محمدؐ کے پہلے ساتھی اور حضرت عائشہؓ ام المومنین کے والد محترم تھے صحابہ اور متابعین سب اس پر متفق ہیں کہ پیغمبروں کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ تمام انسانوں میں بہترین تھے حضرت امام شافعیؒ اور بعض دیگر علماء کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ امت محمدیؐ میں سب سے افضل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ خلق عظیم اور عالی ہمت کا مجموعہ تھے۔ اسلام کے دشمن اور مشرکین بھی آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ آپ نے اپنی عالی اسلامی اخلاق کے ذریعے اسلام کے دشمنوں کو حیران کر رکھا تھا آپ اللہ تعالیٰ کے نہایت برگزیدہ اور مطیع بندہ تھے۔ رسول خدا کو نہایت محبوب تھے آپ نے چراغ اسلام کو روشن کرانے کے لئے بے شمار مصیبتیں جھیلیں۔ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد آپ نے مسلمانوں کی صفیں مضبوط کیں اور اسلام کے دشمنوں کے مکروہ عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ آپ کے دور خلافت میں اسلام مزید پھیل گیا۔ اسی طرح شمع رسالت کے پروانوں میں اضافہ ہوا۔ محبت اور بھائی چارہ مسلمانوں کے دلوں میں موجزن تھی۔ اب چاہتا ہوں کہ اسلام کے اس جلیل القدر صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زندگی کی کچھ پہلوؤں کے بارے میں روشنی ڈالوں۔

حضرت محمدؐ کی وفات اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور خلافت

بیہقی نے عروۃ بن الزبیر بن عبداللہ سے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس دن حضرت محمد مصطفےٰؐ دنیا سے رخصت ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سوار ہو کر آئے اور حجات کے دروازے کے قریب اترے تو بہت ہی افسردہ دکھائی دیتے تھے اور پھر بہت جلد ہی حضرت عائشہؓ کے دروازے کے قریب گئے اور اندر جانے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر اندر تشریف لے گئے اور دیکھا یہ حضرت محمد دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور آپؐ کے اردگرد ازواج مطہرات غم واندوہ کے عالم میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت بی بی عائشہؓ کے علاوہ باقی تمام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اپنے چہرے چھپائے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت محمدؐ کے قریب گئے اور آپؐ کے کھلے بوسے لئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا۔ اے خدا کے رسولؐ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتیں آپ پر نازل ہو۔ تم ہو اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؐ کہ آپؐ کی زندگی اور موت دونوں یاد ہیں۔ پھر آپؐ کے چہرے مبارک کو

ڈھانپ لیا اور بہت جلد مسجد میں آکر منبر پر آئے۔ حضرت عمرؓ سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بلند آواز پر لوگوں سے مطالبہ کیا۔

آپ لوگ بیٹھیں اور غور سے میری باتوں کو سنیں تمام لوگ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو اپنے پاس بلالیا ہے اور اللہ تعالےٰ ہمیشہ زندہ ہے ان کو کبھی موت نہیں آتی۔ موت حق ہے اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی بھی ذی روح زندہ نہیں رہے گی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا ہے۔

حضرت محمدؐ بھی اللہ تعالےٰ کا ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ آیا یہ آیات قرآن کریم میں ہیں۔ خدا کی قسم میں اس پر نہیں سمجھا کہ یہ آیت آج (حضرت) سے پہلے نازل ہوئی ہوں اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اور آیتوں کی تلاوت بھی کی اور فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔

دنیا کی تمام چیزیں ایک دن ختم ہو جائیں گی صرف اللہ تعالےٰ کی ذات کے علاوہ، اس طرح تمام چیزیں اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹ جائیں گی۔ زمین پر تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ صرف اللہ تعالےٰ کی ذات موجود رہے گی جو عزت اور جلال کے مالک ہیں۔"

ہر ایک ذی روح کے لئے موت ہے اور تحقیق کے ساتھ تم لوگوں کو تمہارے اعمالوں کا بدلہ قیامت میں ملے گا اللہ تعالےٰ نے حضرت محمدؐ کو مخاطب کر کے یوں فرمایا تحقیق کے ساتھ تم کو بھی موت آئی ہے اور ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمدؐ کو پیدا کیا اور پھر اتنی عمر دی کہ اللہ تعالےٰ کے دین کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا اور اللہ تعالےٰ کی شریعت کو نافذ کیا اور رسالت کو لوگوں تک پہنچایا اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور پھر دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپؐ نے لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ سب کچھ مکمل ہو چکا تھا۔ پس وہ لوگ جن کا رب اللہ ہے اور وہ جو ہمیشہ زندہ ہے اور وہ لوگ جو حضرت محمدؐ کی عبادت کرتے ہیں اور آپؐ کو خدا کی حیثیت دیتے ہیں تو ان کا خدا فوت ہوا ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اے لوگو! اپنی دین پر سختی سے قائم رہو اور اللہ پر توکل کرو۔ تحقیق کے ساتھ خدا کا دین بالکل مکمل ہے اور اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے دین پر سختی سے قائم رہتے ہیں۔ اور اپنی دین کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تحقیق کے ساتھ اللہ کی کتاب جو ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے لئے روشنی ہے اسی کتاب کے ذریعے اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد کو سب کچھ بتایا ہے اس میں حلال اور حرام اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی قسم جو لوگ ہمارے ساتھ مخاصمہ کرتے ہیں کچھ پرواہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنی تلواروں کو پھینکا نہیں۔ ہم ضرور ان کے خلاف جہاد کریں گے جو لوگ ہماری مخالفت پر اتر آئیں گے جیسا کہ ہم نے رسول اللہؐ کے ساتھ ایک ساتھ جہاد میں حصہ لیا۔ ہم سب کو چاہیئے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور راہ حق پر سختی سے قائم رہیں آخر میں مہاجروں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت محمدؐ کے دیدار کے لئے تشریف لے گئے (البدریہ)

حضرت محمد مصطفےٰؐ کی دنیا سے رحلت

تمام مسلمان پریشانی کے عالم میں تھے۔ صحابہ اجمعین کو تدبیر کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ یعنی سب کو یہ تشویش لاحق ہو گئی تھی کہ حضرت محمدؐ کے وفات کے بعد اسلام کا کیا ہوگا؟ اور مسلمانوں کے درمیان مسائل کس طرح حل ہوں گے؟ دشمنان اسلام جو عرصے دراز سے ایسی موقعہ کی تاک میں تھے۔ بعض صحابہ یہ یقین نہیں کر سکتے کہ حضرت محمد کو موت آئی ہے اس طرح وہ یہ سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت محمد دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان میں

(بقیہ: صفحہ ۳۹ پر)

مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میں نے

ایک آنکھ اور دو ہاتھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیئے

محترم قارئین ابھی ہم آپ لوگوں کی ملاقات ایک ایسے حریت پسند مجاہد سے کراتے ہیں جو ہمارے تاریخی جہاد کے سنہری صفحوں میں

ہمیشہ ہمیشہ کے زندہ رہے گا۔

مجاہد بھائی سعید اللہ ولد حبیب اللہ سکنہ نیازی کاؤں قرہ باغ دلسوالی صوبہ غزنی سے تعلق رکھتا ہے۔ موصوف نے پانچویں جماعت تک اپنے علاقے کی پرائمری سکول سے تعلیم حاصل کی ہے ثور انقلاب کے بعد آپ اپنے جواں جذبوں کے ساتھ ایک نڈر حریت پسند کی حیثیت سے مجاہدوں کی صف میں شامل ہوئے۔ اور کمانڈر مولوی عبدالرحمن کی قیادت میں ایک صابر اور پرہیزگار مجاہد کے طور پر اپنے فرائض کو سرانجام دیا۔

مجاہد بھائی سعید اللہ بہت سی جنگوں میں شریک ہوئے ہیں اور دشمن کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا ہے۔ مقدس جہاد میں آپ کا کام، بارودی سرنگ بچھانا اور ناکارہ بنانا تھا۔ آپ نے اس ڈیوٹی کو پوری ایمانداری سے بجالایا۔ ویسے تو آپ نے بہت سے آپریشنوں میں حصہ لیا ہے۔ لیکن ہم ان میں سے صرف ایک کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو انہوں نے خود بیان کیا ہے اور یہ آپ کا آخری آپریشن تھا۔

جس طرح کہ میری ڈیوٹی بارودی سرنگ بچھانا اور ناکارہ بنانا ہے۔ ایک دفعہ ۱۳۶۵ کے موسم میں روسیوں اور ان کی کٹھ پتلی فوجوں کا ایک قافلہ کابل قندھار کی بڑی شاہراہ پر رواں دواں تھا۔ میں نے اپنی مقدس ڈیوٹی کے طور پر سڑک کے مختلف جگہوں پر بارودی سرنگوں کو بچھایا اور خود دور ایک اونچی جگہ بیٹھ کر دوربین کے ذریعے ان کو دیکھ رہا تھا۔ جب دشمن کا فوجی قافلہ پہنچا۔ اور ان کے چھ ٹینک گزر گئے مگر کوئی بارودی سرنگ نہیں پھٹا آخر میں جب جارح روسیوں کا ساتواں ٹینک گزرنے والا تھا تو اس اثنا میں بارودی سرنگ ایک زبردست دھماکے سے پھٹ گئی اور دشمن کا ٹینک آگ کے شعلوں کے نذر ہو گیا اس کے بعد دوسرے ٹینک کا بھی یہی حال ہوا۔ اور باقی ماندہ کاروان رک گیا۔ اور تیسری بارودی سرنگ کا سراغ لگایا۔ اس طرح ایک ٹینک حفاظت کے طور پر رک گیا۔ اور باقی قافلے کے لئے راہ کھولی۔ فوجی کاروان چلا گیا۔ بارودی سرنگ کو اس طرح چھوڑا اور ان کے اردگرد انٹی پرسنل بموں کو نصب کر گئے۔ جب ان کی کاروان کا آخری حصہ بھی گزر گیا۔ تو تھوڑی دیر بعد ایک پرائیویٹ موٹر آگئی جب میں نے دیکھا تو ان کو آواز دی اور ہاتھوں سے رکنے کا اشارہ

بقیہ صفحہ ۵۴ پر

فوجی قیادت

تحریر: الحاج میرزا خان دہلی

محسنِ انسانیت سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۲۸) غزوات میں اسلامی فوج کی قیادت بنفسِ خود ہی سنبھال لی تھی اور ایک بے مثال فوجی کمانڈر کی حیثیت سے میدان جنگ میں شریک رہے۔ جن غزوات میں سید الانبیاء برابر شریک تھے ان کا سرسری خاکہ مندرجہ ذیل پیش کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	غزوات	مجاہدین کی تعداد	غزا کی تاریخ
۱۔	غزوۃ ودان یا ابواء	۷۰	۲ھ صفر
۲۔	غزوۃ بواط	۲۰۰	۲ھ ربیع الاول
۳۔	غزوہ سفوان	۷۰	۲ھ ؍؍
۴۔	غزوۃ بدر الکبریٰ	۳۱۳	۱ھ رمضان المبارک
۵۔	غزوۃ ذی العشیرہ	۳۰۰	۲ھ جمادی الثانی
۶۔	بنو قینقاع	۰۰۰	۲ھ شوال
۷۔	غزوۃ دسولیق	۲۰۰	۲ھ ذوالحجہ
۸۔	غزوۃ قرقرۃ الکدر	۲۰۰	۲ھ محرم
۹۔	غزوۃ عطفان	۴۵۰	۲ھ ربیع الاوّل
۱۰۔	غزوہ بحران	۳۰۰	۲ھ جمادی الاوّل
۱۱۔	غزوہ احد	۶۵۰	۲ھ شوال
۱۲۔	غزوۃ حمراء الاسد	۵۶۰	۲ھ ؍؍
۱۳۔	غزوہ بنو النضیر	۰۰۰	۳ھ ربیع الاوّل
۱۴۔	غزوہ بدر صغراء	۱۵۰۰	۴ھ ذوالقعدہ
۱۵۔	غزوۃ ذات الرقاع	۴۰۰	۵ھ محرم
۱۶۔	غزوۃ دومۃ الجندل	۱۰۰۰	۵ھ ربیع الاوّل
۱۷۔	غزوۃ بنو المصطلق	۰۰۰	۵ھ شعبان
۱۸۔	غزوۃ احزاب	۳۰۰۰	۵ھ ذوالقعدہ یا شوال
۱۹۔	غزوہ بنو قریظی	۳۰۰	۵ھ ذوالحجہ
۲۰۔	غزوہ بنو لحیان	۲۰۰	۶ھ ربیع الاول
۲۱۔	غزوہ غابی	۵۰۰	۶ھ ربیع الثانی
۲۲۔	غزوہ حدیبیہ	۱۴۰۰	۶ھ ذوالقعدہ
۲۳	غزوہ خیبر	۱۴۲۰	۷ھ محرم
۲۴۔	غزوۃ وادی القریٰ	۱۳۸۳	۸ھ محرم
۲۵۔	غزوہ فتح مکی	۱۰۰۰۰	۸ھ رمضان المبارک
۲۶۔	غزوہ حنین	۱۲۰۰۰	۸ھ شوال
۲۷۔	غزوۃ طائف	۱۲۰۰۰	۸ھ شوال
۲۸۔	غزوۃ تبوک	۳۰۰۰۰	۹ھ رجب

بعض غزوات کی تاریخ اور مسلم جانبازوں کی تعداد میں شاید کم و بیش اختلاف موجود ہوں لیکن مندرجہ بالا تفصیل ابن سعد سے نقل کی گئی ہے "طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۲ ص ۸ سے ۱۹۲ تک طبع بیروت ۱۹۶۰"

دورِ نبویؐ میں فوجی کمانڈر

اسلامی ریاست کی دفاع کے لئے فوجی کمانڈروں کو خصوصی طور پر اہمیت حاصل تھی۔ طبقات کبریٰ میں فوجی کمانڈروں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ حمزہؓ بن عبدالمطلب (۲) عبیدہؓ بن حارث
۳۔ سعد بن ابی وقاصؓ (۴) عبداللہ ابن جحش اسدیؓ
۵۔ عمیر بن عدی بن خرشہ خطمیؓ (۶) سالم بن عمیر العمیریؓ
۷۔ محمد بن مسلمہؓ (۸) زید بن حارث
۹۔ ابو سلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی (۱۰) عبداللہ بن انیسؓ

۱۱۔ منذر بن عمرو الساعدیؓ ۱۲۔ عاصم بن ثابت الانصاریؓ
۱۳۔ مرشد بن ابی مرشد غنویؓ ۱۴۔ عکاشہ بن محصن اسدیؓ
۱۵۔ ابوعبیدہ بن جراحؓ ۱۶۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ
۱۷۔ علی بن ابی طالبؓ ۱۸۔ عبداللہ بن رواحہؓ
۱۸۔ عبداللہ بن عتیکؓ ۲۰۔ کرز بن جابر الفہریؓ
۲۱۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ ۲۲۔ عمر بن خطابؓ
۲۳۔ ابوبکر صدیقؓ ۲۴۔ بشیر بن سعد انصاریؓ
۲۵۔ غالب عبداللہ لیثیؓ ۲۶۔ ابن ابی العوجاء سلمیؓ
۲۷۔ شجاع بن وہب اسدیؓ ۲۸۔ کعب بن عمیر غفاریؓ
۲۹۔ جعفر بن ابی طالبؓ ۳۰۔ خالد بن ولیدؓ

۳۱۔ عمرو بن العاصؓ فاتح مصر ۳۲۔ ابوقتادہ بن ربعی الانصاریؓ
۳۳۔ سعد بن زید الاشہلیؓ ۳۴۔ طفیل بن عمرو الدوسیؓ
۳۵۔ عیینہ بن حصن فزاریؓ ۳۶۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہؓ
۳۷۔ ضحاک بن سفیان کلابیؓ ۳۸۔ علقمہ بن مجزز مدلجیؓ
۳۹۔ عبداللہ بن حذفہ سہمیؓ ۴۰۔ اسامہ بن زیدؓ
۴۱۔ ابوعامر اشعریؓ ۴۲۔ جریر بن عبداللہ البجلیؓ

(۱) طبقات کبریٰ ج ۲ صفحہ ۶ سے ۱۹۲ تک
(۲) بخاری شریف کتاب المغازی واخبار الاحاد ج ۵ صفحہ ۱۰۷۸
(۳) فتح الباری ج ۱۶ صفحہ ۴۶۲ - ۴۶۱

درّہ پنجشیر میں دشمن کے تباہ شدہ ٹینک

جلد، خلفائے راشدین کے پہلے حاکم

سے ایک حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے جنہوں نے باہر آکر تلوار نکالی اور علی الاعلان کیا کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ حضرت محمد دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو میں اس کا سر گردن سے جدا کر دوں گا۔ اس خوف و یاس کے عالم میں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت محمد رحلت فرما چکے ہیں۔

وہ ہستی صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے جو مسجد میں آکر وہی خطبہ پڑھا جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اور فرمایا۔ حضرت محمد دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اس ضمن میں چند قرآنی آیتوں کی تلاوت فرمائی کہ حضرت محمد بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس سے پہلے بھی بہت رسول آئے ہیں جو اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کو اطمینان نصیب ہوا۔ کیونکہ وہ ایسی حالت میں آئے تھے کہ وہ یہ قرآنی آیتیں بھول گئے تھے تو یہ حضرت ابوبکرؓ صدیق قد آور شخصیت ہی تھی جنہوں نے مسلمانوں کو خوف و یاس کے عالم سے نکال کر اسلام کی راہ مستقیم دکھائی اور مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد قائم کیا اور ان کو منظم کر کے ان کے حوصلوں کو بلند کیا۔

کمیونسٹوں کی بوکھلاہٹ

تحریر: ابو نثار

جب روسیوں کی ایما پر کمیونسٹوں نے افغانستان میں ثور جیسے رسوائے زمانہ انقلاب لے آئے تو اس کے نتیجے میں صدر محمد داؤد سمیت سینکڑوں بے گناہ افغانوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ صدر ترہ کی نے کمیونزم کے پرچار کے لئے ملک میں جن اصلاحات کا اعلان کیا وہ کسی سے ڈھکی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ انہوں نے کھلم کھلا اسلامی قوانین کا مذاق اڑایا۔ افغان قوم نے جب کمیونسٹ صدر کی یہ غیر اسلامی حرکتیں دیکھیں تو وہ کب برداشت کر سکتے تھے انہوں نے فوراً اپنے دیسی بندوق اٹھا کر کمیونسٹوں کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ روس یہ تماشا دیکھتا رہے اور ان کو پتہ چلا کہ ان کے کٹھ پتلی حکومت اس قابل نہیں کہ وہ اسلامی جذبے سے سرشار جیالے افغانوں کا مقابلہ کر سکے تو انہوں نے ترہ کی کو اپنے ہی ایک مخلص شاگرد اور ساتھی حفیظ اللہ امین کے ہاتھوں جہنم رسید کیا۔ مگر جلد ہی روسیوں نے بھانپ لیا کہ آخر جو کام ایک استاد نہ کر سکا تو وہ بھلا اس کا شاگرد کیسے کر سکتا ہے صرف ڈیڑھ ماہ کے بعد شاگرد کو بھی استاد کے ہاں بھیج دیا اور ببرک کارمل کو ایک لاکھ روسی فوج کے ساتھ افغانستان پر زبردستی مسلط کیا اس طرح جو مسئلہ پہلے ہی سے حل طلب تھا انہیں سلجھانے کی بجائے مزید الجھا دیا گیا اور پھر ببرک کارمل کے انجام کا سب ہی کو پتہ ہے اب روسیوں نے ڈاکٹر نجیب کو مسند اقتدار پر بٹھا دیا ہے جنہوں نے اپنے آقاؤں کے اشارے پر اپنے افغانوں پر ظلم کی انتہا کر دی مگر غیور و صبور افغان جو کٹ تو سکتے ہیں مگر جھک نہیں سکتے۔ کبھی اپنے موقف سے ہٹ نہ سکے اور یہی تو افغانوں کی فتح تھی کہ ان کی ہی دلیرانہ جدوجہد کے سبب ناممکن ممکن ہو گیا۔ کیونکہ روس کی یہ عادت ہے کہ وہ جہاں بھی گیا ہے پھر انہوں نے اس ملک سے واپسی کا نام نہیں لیا ہے۔ مگر ان کو کیا پتہ تھا کہ افغانستان میں ان کا واسطہ ایک ایسی قوم سے ہوا جو بقول ایک انگریز ڈاکٹر افغانوں کی عورتیں بھی دشمن پر رحم نہیں کرتیں۔ تب انہوں نے افغانستان سے راہ فرار اختیار کرنا شروع کر دیا۔ جب ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء تک روسی استعمار کی تمام فوجیں واپس ماسکو پہنچ گئیں تو کمیونسٹوں پر لرزہ طاری ہو گیا اور اب یہ لوگ بوکھلاہٹ کے انداز میں حریت پسندوں کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ مگر افغان مجاہدوں کے حوصلے کوہ ہمالیہ سے بھی بلند ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ سارے افغانستان پر اسلام کا بول بالا ہو گا۔

جب سے جلال آباد مجاہدوں کے نرغے میں آگیا ہے اور دن بدن مجاہدین آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس وقت کمیونسٹ عجیب قسم کی حالت سے دوچار ہیں اور سخت حیرانی کے عالم میں ہیں، کیونکہ ان کا مستقبل نہایت تاریک ہے کابل میں رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ماسکو میں کریملن کے لیڈران کو جگہ دینے کے لئے تیار ہیں نہیں تو اب اس مایوسی کے عالم میں انہوں نے طرح طرح کے بیانات دینا شروع کئے ہیں کبھی وہ کہتے ہیں کہ افغانستان کا مسئلہ جنگ کے ذریعے حل نہیں ہو سکتا۔ مجاہدین آئیں ہمارے ساتھ مخلوط حکومت بنائیں اور کبھی کہتے ہیں کہ ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ مجاہدوں کے بغیر بھی حکومت چلا سکتے ہیں اور اپنے ملک کا دفاع بھی اچھی طرح سے کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ نجیب انتظامیہ نے سفارتی سطح پر بھی اپنے پروپیگنڈے کو بہت تیز کر دیا ہے۔ اور حال ہی میں سلامتی کونسل میں پاکستان کے خلاف

جس طمطراق انداز سے مداخلت کا الزام تراشا وہ کونسل کی صدارت پر فائز سوویت یونین کے نمائندے کی موجودگی کے باوجود کامیاب نہ ہوسکا اور یہ بھی نہ ہوسکا کہ قرار داد تو درکنار صدر اس پوزیشن میں ہی ہوتے کہ اس مسئلے پر افغانستان کی کابل انتظامیہ کے حق میں ایک بیان ہی جاری کر دیتے۔

اس دوران افغانستان کی کابل انتظامیہ کے حق میں ایک بیان ہی جاری کر دیتے۔ اس دوران افغانستان کے وزیر خارجہ مسٹر عبدالوکیل نے پاکستان کو وارننگ دی کہ اگر اس نے اپنی مبینہ مداخلت جاری رکھی تو اس کے علاقوں پر میزائل داغے جائیں گے۔ اس قسم کے بیانات افغانستان کی کٹھ پتلی صدر ڈاکٹر نجیب اور وزیر دفاع شاہنواز تانڑی نے بھی شائع کئے ہیں۔ لیکن اس کے جواب میں پاکستان نے بھی دو ٹوک انداز میں اعلان کیا ہے کہ اگر ایسا ہوا تو ہم جواب دینا بھی جانتے ہیں اور کابل کی دی ہوئی یہ خبر بھی محض افسانہ ثابت ہوئی کہ پاکستان نے مجاہدین کو حکم دے دیا ہے کہ وہ جلال آباد پر قبضہ کرلیں کیونکہ افغانوں کے داخلی مسئلے میں پاکستان کی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہرحال اس جیسے حربے افغانستان کی کٹھ پتلی انتظامیہ ماضی میں بھی کرچکی ہے۔ اور ہمیں اس پر کوئی حیرانی نہیں کیونکہ وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے لیکن ہم ان کو یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ افغان مجاہدین وہ طاقت ہے جو ماسوائے خدا کے دنیا کے کسی بھی دیوتا کے سامنے جھکے نہیں ہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ان حریت پسندوں نے دنیا کے تمام عصری دیوتاؤں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیتے ہیں جس کا تازہ ترین مثال روسی دیوتاؤں کو سرزمین افغانستان سے پیچھے دھکیلنا ہے۔

مگر اب بھی بعض ناعاقبت اندیش عناصر اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ افغانستان میں ثور انقلاب دن بدن مقبول ہورہا ہے۔ اور انہیں کوئی بھی طاقت شکست نہیں دے سکتی لیکن حقیقت میں سب جانتے ہیں کہ یہ لوگ صرف اپنے نوکریوں کو پختہ کرنے کے لئے ایسے بے سروپا بیانات شائع کررہے ہیں۔ جن کا حقیقت کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں

تحصیل شنکہ درہ میں روس کی تباہ کاریوں کا ایک واضح نمونہ

ہے کیونکہ اب تو روسی صدر گورباچوف اور کٹھ پتلی حکومت کے سربراہ ڈاکٹر نجیب اس حقیقت کو تسلیم کرچکے ہیں کہ افغان مجاہدین کے بغیر افغانستان میں امن وامان قائم نہیں ہوسکتا۔

اب ہمیں قوی امید ہے کہ کمیونسٹ بوکھلاہٹ کے عالم میں سرزمین افغانستان سے دم دبا کر بھاگ جائیں گے اور مجاہدین اسلامی انقلاب کے ساتھ افغانستان پر قبضہ کرلیں گے جس کے بعد افغانستان کی غیر جانب دار اور اسلامی تشخص برقرار رہ جائے اور سارے مہاجرین چاہے وہ پاکستان میں یا ایران اور یا یورپ میں عزت واحترام کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اور خالص اسلامی خطوط پر نئے افغانستان کی تشکیل کرنے میں حصہ لینگے۔ خدا کرے کہ یہ دن جلد آئے۔ انشاء اللہ ابانتظار کی گھڑیاں بیت گئیں ہیں اور وہ دن نہایت ہی قریب آرہے ہیں جس میں افغان حریت پسند ایک ایسے حکومت کی تشکیل کرنے میں کامیاب ہونگے جو حقیقی معنوں میں افغانستان کے تمام گروپوں کو قبول ہو۔

ادھوری محبت

تحریر : اورنگ زیب ارشاد

۱۳۵۸ ماہ حمل کی تیسری تاریخ غینگار دلسوالی صوبہ نغمان کو ایک بہت بڑا فوجی قافلہ آیا۔ جو ردسیوں اور کٹھ پتلیوں پر مشتمل تھا اور غینگار دلسوالی میں بہت زیادہ تباہی مچادی بہت سے گھروں کو مسمار کردیا۔ بہت سے نوجوانوں کو تہہ وتیغ کردیا گیا بہت سی عورتیں بیوہ ہوگئیں اور بہت سے بچے یتیم ہوگئے۔

نوجوانوں نے کفر کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے۔ اور اور ہر جگہ پہ ملحدوں کے ساتھ جھڑپیں ہورہی تھی۔ ایک خوبصورت نوجوان مجاہد جس کا نام صدیق اللہ تھا۔ اس کی خوبصورتی کا سارے علاقے میں ڈنکا تھا۔ چاک وچوبند یہ نوجوان دراز قد کا مالک تھا۔ الغرض قدرت کا یہ ایک ایسا شاہکار تھا جس کا قرب وجوار میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ جو کوئی بھی اس کو دیکھتا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ یہ نوجوان ان دنوں میں مجاہد بنا جب اس فوجی قافلے نے گاؤں پر ہلہ بول دیا تھا۔

صدیق اللہ کو ایک گروپ میں بحیثیت مجاہد درمیانی راکٹ پھینکنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اور وہ اپنی ڈیوٹی کو اچھے طریقے سے سرانجام دیتا۔ اس دن جب فوجی قافلہ آیا۔ اپنے گروپ کے ساتھ کچھ عرصہ کے لئے ایک ساتھ تھا۔ اور فوجی قافلے کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ ان کے ساتھیوں نے بھانپ لیا کہ ٹینک بہت زیادہ ہیں۔ اور پیادہ فوجوں کی

صوبہ جلال آباد میں دشمن دستوں کی تسلیم شدہ نوجیں۔

بھی کوئی کمی نہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ لڑنا کوئی آسان کام نہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سب شہید ہو جائیں اور گاؤں کو بھی مزید نقصان پہنچے۔ اس لئے تمام مجاہدین پسپا ہوئے۔ لیکن صدیق رہ گیا۔ کیونکہ وہ مجبور تھا اور دشمن کے ٹینکوں کے بہت ہی قریب تھا۔ اگر پیچھے کی طرف آتا ہے تو دشمن کو نظر آتا ہے تو اس اثناء میں وہ مجبوری کے عالم میں اپنی جگہ پر آرام کے ساتھ بیٹھ گیا۔ دیگر ساتھی آپ کے مشورے کے ساتھ پیچھے کی طرف ہٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد صدیق اللہ آہستہ آہستہ گاؤں کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر دشمن کے فوجیوں نے دیکھا اور پیچھے کی طرف سے (دریش) کی آواز دی۔ صدیق اللہ سمجھا کہ فوجی نزدیک ہیں اور خطرہ ہے کہ میں زندہ گرفتار ہو جاؤں گا چنانچہ وہ دوڑ کر گاؤں کے درمیان پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ گاؤں کی دوسری طرف سے بھی دشمن کے سپاہی آ رہے ہیں۔ اب صدیق اللہ حیرانی کے عالم میں ٹھہر گیا۔ اور گاؤں والے ان کو آوازیں دے رہے ہیں کہ "صدیق اللہ اس طرف آؤ۔ صدیق اللہ اس طرف آؤ۔"

جان محمد کے گھر کے سامنے چند عورتیں کھڑی ہیں اور وہ آوازیں دیتی ہیں۔ صدیق اللہ ادھر آؤ، صدیق اس گھر میں داخل ہوا۔ یہاں ایک کنواں تھا۔ جس میں لوگ بمباریوں سے چھپ کر بیٹھے تھے۔ صدیق اللہ کو اس کنوئیں میں چھپایا گیا کہ سپاہی آ گئے۔ تلاشی لی مگر بے سود۔ جب دشمن کے سپاہی گاؤں سے چلے گئے تو اس کے بعد صدیق اللہ کنویں سے نکل آیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ مل گیا۔ فوجی قافلے نے ولسوالی کے مرکز میں دو دن گزارے اور پھر جلال آباد کی طرف واپس لوٹ گئے۔ اس کے بعد مجاہدین حملوں کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اور بغیر کسی ڈر کے علاقے میں گشت کرتے۔

جان محمد خان کا ایک بھائی دین محمد خان تقریباً دس برس پہلے علاقے سے گیا تھا۔ اور نواتلو میں ان کو زمین دی گئی تھی جو صوبہ بغلان میں رہائش پذیر تھا۔ جناب دین محمد خان کی ایک بیٹی فریدہ تھی۔ فریدہ کی ماں اور صدیق اللہ کی ماں آپس میں خالہ زاد بہنیں تھیں۔ دین محمد خان کی بیٹی فریدہ کی گیارہ برس پہلے صدیق اللہ کے ساتھ منگنی ہوئی تھی۔ اس وقت دونوں چھ چھ برس کے بچے تھے۔ اور اس طویل عرصہ میں انہوں نے کسی کو دیکھا نہیں تھا۔ اور نہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے گیارہ برس بعد دین محمد خان اپنے بھائی جان محمد خان کے گھر بمع اہل عیال آیا۔ یہ وہ دن تھا کہ جس دن صدیق ملحدوں کے نرغے میں آیا تھا۔ دین محمد خان کے آنے کے دو دن ہو گئے تھے۔ دین محمد خان اپنے پرانے علاقے کو کافی عرصہ کے بعد آیا تھا۔ اس لئے اپنے اور پرائے دونوں روائیتی طور پر ان کی مہمان نوازی کی۔

جب صدیق اللہ کے والد رسول ماما نے دین محمد خان کو اپنے گھر پر دعوت دی تو اس وقت صدیق اللہ اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ نورستان کی ولسوالی پر سونل پر قبضہ کرنے کی غرض سے وہاں گیا ہوا تھا۔ اس طرح صدیق مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے سے محروم تھا۔ نورستان کی ولسوالی پر بہت سے حملے ہوئے مگر سرکاری فوجیں تسلیم نہ ہوئیں اس طرح مجاہدین واپس آ گئے۔

صدیق اللہ اپنے گھر آیا اور ماں نے اس کو کہا۔ بیٹا میری خالہ زاد بہنیں بمع اہل عیال ہمارے مہمان تھیں۔ اور تمہاری وہ ہونے والی بیوی بھی آئی تھی۔ نام خدا اب وہ کافی بڑی ہے مگر میرے بیٹے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے فریدہ کے لئے جو بات ان کی والد کے ساتھ کی تھی۔ شاید وہ بھول گئے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کم از کم فریدہ ہمارے گھر کبھی نہیں آتی۔ کیونکہ یہ ہمارا دستور نہیں۔ مگر میں ان کے ساتھ یہ بات ضرور چھیڑوں گی۔ صدیق اللہ نے جواباً عرض کیا۔ اماں جان!، برا نہ ہوگا اگر میں ایک بات کہوں جس دن میں دشمن کے نرغے میں تھا اور جان محمد خان کے گھر پناہ لینے گیا تھا اور ان کے گھر میں کنویں میں چھپ گیا تو ضرور فریدہ اس گھر میں موجود ہو گی۔ لیکن انہوں نے مجھے نہیں پہچانا۔ صدیق اللہ کی ماں نے کہا۔ بیٹا کل جمعرات ہے اچھا دن ہے۔ میں کل جاؤں گی۔

اسی دن عصر کے وقت فریدہ اپنے چچازاد بہنوں کے ساتھ پنکھٹ کو پانی لینے کے لئے گئی تھی کہ صدیق اللہ نے وہاں پہ فریدہ کو دیکھا اور اس کے دل میں اتر گئی۔ جب فریدہ نے اوپر دیکھا اور صدیق اللہ کے ساتھ آنکھیں چار ہوئیں تو اس کے دل میں بھی زلزلہ آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا۔ صدیق اللہ سمجھ گیا کہ یہی فریدہ ہے۔ کیونکہ یہ گاؤں کی لڑکی نہیں تھی۔ اور پھر جان محمد خان کی بیٹیوں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے عشق میں مبتلا ہو گئے اور پھر صدیق اللہ فریدہ کی نظروں سے اوجھل گیا۔ لیکن وہ دل کی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، صدیق اللہ جب اپنے گھر آیا تو اس کی طبعیت خراب تھی۔ والد نے پوچھا۔

بیٹا صدیق کیوں پریشان نظر آرہے ہو؟ صدیق نے جواب دیا۔ ابا جی میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ بہر حال رات گزری۔ صبح ہوئی۔ صدیق کی اماں جان محمد خان کی گھر گئی۔ اور ان کے ساتھ اس ضمن میں بات چیت کی۔ دین محمد خان اپنے قول پر مضبوطی سے ڈٹا ہوا تھا۔ اس طرح بیاھنے کے لئے قریبی وقت پر راضی ہو گئے۔ دین محمد خان نے کہا جب میں بغلان سے آرہا تھا تو میں نے یہ سوچا کہ سب سے پہلے فریدہ کی شادی کروں گا۔ کیونکہ انقلاب شروع ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کب پھر ملک کی سیاسی صورت حال یقینی ہوئی۔

صدیق اللہ کی والدہ اس بات پر بہت خوش ہوئی۔ اور خوشی خوشی کے ساتھ گھر لوٹ آئی اور یہ سارا قصہ رسول ماما کو سنایا۔ رسول ماما اس وقت برآمدے میں کلاشنکوف کی صفائی میں مصروف تھا اور اس کو تیل دے رہا تھا۔ اپنے آپ سے مسکرایا۔ اور ایک روحانی خوشی محسوس کی پھر رسول ماما اپنی بیوی کو کہنے لگا۔ اچھا کل میں ملک رحیم خان کے ساتھ شادی کا پروگرام بنا لونگا۔

مجاہد دستے اپنے کمانڈر کے بیانات سن رہے ہیں۔

صدیق اللہ نے بھی اپنے ہتھیار کو تیل دیا اور پھر راکٹ کو اپنے کندھے پر رکھا۔ کلاشنکوف کو ہاتھ میں لیا اور گھر سے نکلا۔ اور فریدہ کو دیکھنے کے لئے پنکھٹ کی طرف جانے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ فریدہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ زیارت کرنے گئی تھی اور اب

واپس گھر لوٹ رہی تھی۔ دونوں راستے میں ملے اور ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں میں بہت کچھ کہا۔ اور غیر ارادی طور پر ایک دوسرے کو گہری نظروں سے دیکھتے رہے۔ اس اثناء فریدہ کی چچا زاد بہن نے صدیق اللہ کو کہا۔ صدیق اللہ! تمہیں شام میرے والد نے بلایا ہے۔ صدیق اللہ اچھا کہہ کر چلا گیا۔ شام کے وقت صدیق اللہ جان محمد خان کے گھر گیا۔ گھر میں جان محمد کے علاوہ باقی تمام اہل خانہ موجود تھا۔ فریدہ خاموشی کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔ اس کے بعد لیلیٰ بھی نکل آئی۔ صدیق کو لیلیٰ نے اشارہ کیا اور برآمدے میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ لیلیٰ نے صدیق اللہ کو کہا کہ صدیق آپ فریدہ کے ساتھ شادی کرتے ہو یا نہیں؟ صدیق کے اوسان خطا ہو گئے۔ مگر دو بار "ہاں ہاں" کہنے لگا۔ اس کے بعد ان کی محبت میں شدت آگئی۔ دو دن بعد منگنی کا پروگرام بنا۔ منگنی ہو گئی۔ صبح صدیق اللہ نے فریدہ کو کہا۔ شادی کب ہو گی؟ فریدہ نے جواب میں مذاق سے کہا۔ جب انقلاب ختم ہو جائے۔ صدیق اللہ اس بات پر تھوڑا خفہ ہوا اور پھر کہنے لگا۔ انقلاب تو بیس سال تک ختم نہیں ہو گا۔ تو ہم ۲۰ تک انتظار کریں گے۔ فریدہ نے پھر مذاق میں کہا۔ ہاں ہم ۲۰ سال تک شادی نہیں کریں گے۔ صدیق اللہ نے کہا تم سمجھتی ہو کہ نہیں جب ہم شادی کریں گے تو خدا بہت جلد ایک مجاہد بیٹا عطا کرے گا۔ اور پھر اس ۲۰ سال میں وہ بالکل مجاہد نوجوان ہو گا۔ اور پھر وہ جہاد میں حصہ لے گا اس پر فریدہ ہنس پڑی اور کہا۔ جیسے آپ کی مرضی میں نے تو صرف مذاق کیا تھا آپ کیوں ناراض ہوئے۔

ان دونوں کی زندگی میں نئی بہار آئی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ اس اثناء میں ولسوالی کی تمام فوجیں لغمان کے مرکز کی طرف روانہ ہوئے، جس کے اوپر ہیلی کاپٹر نگرانی کے طور پر محو پرواز تھے جب صدیق اللہ کے علاقے کو فوج پہنچ گئی۔ تو تمام مجاہدوں نے راستے کا محاصرہ کیا۔ سرکاری فوجوں اور مجاہدوں کے درمیان سخت جنگ چھڑ گئی۔ صدیق اللہ ایک دیوار کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ صرف سر کو اٹھاتا اور دشمن پر راکٹ پھینک دیتا۔ بہت ہی کم وقت میں چار ٹینک تباہ کر دیئے۔ اوپر سے جنگی جہازوں نے بڑے بڑے نیپام بم گرائے کہ اتنے میں ایک بم صدیق اللہ پر گرا۔ جس کے نتیجے میں یہ مجاہد غازی شہید ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ جب بمباری گزر گئی۔ گاؤں کے لوگ آگئے۔ ملبے سے صدیق اللہ کی لاش کو نکالا۔ ابھی لاش یہاں پڑی تھی کہ گاؤں کی عورتیں جائے وقوعہ کو پہنچ گئیں۔ فریدہ نے جب اپنی محبت کا یہ حشر دیکھا تو دیوانوں کی طرح بھاگ کر صدیق اللہ کو اپنے سینے سے لگایا۔ گاؤں کے تمام افراد اس واقع پر معمول سے زیادہ مغموم تھے کیونکہ وہ سب فریدہ اور صدیق اللہ کے عشق سے واقف تھے۔ اس وقت فریدہ نے بلند آواز سے پشتو کا ٹپہ سنایا۔ جس کا مطلب کچھ یوں ہے۔

ے اے خدا میں آپکی رضا چاہتی ہوں
ے کوئی بات نہیں اگر میرا محبوب عصر کے وقت مجھ سے جدا ہو رہا ہے

گاؤں کے لوگوں نے فریدہ کی جرات کو سلام کیا۔ اس کے بعد صدیق اللہ کی لاش کو گھر لایا گیا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کے وقت ان کو ہزاروں اشک بار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔ فریدہ صدیق اللہ کے گھر میں رہتی ہے۔ اس واقعے کے دس سال ہونے کو ہیں۔ مگر فریدہ صدیق کی گھر میں بیٹھی ہوئی ہے اور ان کے مجاہد ساتھیوں کو روٹی وغیرہ پکا کر کھلاتی ہے۔

جہادِ افغانستان

تاریخ کے نازک موڑ پر

تحریر
سمیع اللہ
مٹہ منگلاخیل

ایک مرحلہ وار جائزہ

شہادتوں، جرأتوں، عزائم، جذبوں اور بہتے لہو کے جگوں میں پروان چڑھنے والے جہاد افغانستان جس نے دنیا کے ایک سپر پاور اور ناقابل تسخیر تصور ہونیوالا عفریت کو دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ آج کل تاریخ کے اہم ترین اور حساس دوراہے میں داخل ہو چکا ہے۔ کابل کا محاصرہ کیا گیا ہے۔ قندھار، گردیز، خوست اور جلال آباد کا محاصرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ کمیونسٹوں کا مورال گر چکا ہے اور گٹھ جوڑ انتظامیہ کے دن گنے جا چکے ہیں۔ روس تو نکل گیا۔ لیکن مسلمانوں کی تباہی اور افغانستان کی بدقسمتی کو مزید تباہی میں بدلنے کے لئے ہتھیاروں کے قافلے روانہ کر دیئے ہیں۔ حسب سابق شرق و غرب کے استعمار نے ملکر امت مسلمہ کے خلاف ایک سازش تیار کر لی ہے۔ جس کے تحت افغانستان میں اسلامی حکومت کی بجائے ایک وسیع البنیاد سیکولر حکومت بنانا ہو گی۔ گو کہ پندرہ لاکھ شہیدوں کی پروا کئے بغیر یہ دونوں نادان افغانستان میں اپنی مرضی کی حکومت پر زور دے رہے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ان نادانوں کو مجاہدین نے یہ اختیار کب دیا ہے کہ وہ ہماری تقدیروں کے فیصلے کریں۔ ان دونوں استعماروں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ روس جیسی قوت کو ذلیل کر کے بھاگا سکتے ہیں اور اس کی من مانی ماننے سے انکار کرتے ہیں تو دوسری قوتوں کی کیا مجال کہ وہ افغانوں پر اپنی مرضی کے نظام مسلط کر سکیں۔ بین الاقوامی اور محلاتی سازشوں سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ دنیا کی بیشتر قوتیں اب جہاد افغانستان میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی لے رہی ہیں۔ اور ان کے اسلامی روحیت کے خلاف منصوبے بنا رہے ہیں۔ شاید دنیائے باطل کو خدشہ ہے کہ اس خطے میں کہیں ایک اور ایران نہ بن جائے جو دونوں قوتوں کو بیک وقت چیلنج کر کے ان پر اسلامی قوت کا زور آشکار کرتے رہیں۔ غیر مسلم قوتوں کو افغانستان کی اسلامی حکومت سے یہ بھی خدشہ لاحق ہے کہ کہیں دیہی انقلابی اور اسلامی افغانستان دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے احیاء کا سبب بن جائے، تو بین الاقوامی سطح پر اسلام نہایت مضبوطی سے ان کے لئے ایک نظریاتی چیلنج بن جائے گا۔ آیئے اب جہاد افغانستان کی جنگ حریت کے مرحلہ وار روداد، عزم ہمت و استقامت کی لافانی داستان کا جائزہ لیں۔

اس کا پہلا مرحلہ اپریل ۱۹۷۸ء کے انقلاب ثور کے نتیجے میں نور محمد ترہ کئی کی زیر قیادت خلق پارٹی کے برسر اقتدار آنے سے لے کر روسیوں کی جارحیت کے آغاز تک محیط ہے اسی دور میں صدر امین کے ہاتھوں ترہ کئی واصل جہنم ہو گیا اور افغانستان پر بدترین تاریک رات چھا گئی۔ ظلم کی اس اندھیر نگری میں ہزاروں افراد بغیر پوچھ گچھ کے قتل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد دوسرا مرحلہ امین تا ببرک کارمل کے دور صدارت پر محیط ہے۔ ظاہر شاہ کے سابق جنرل کا بیٹا کارمل جس

نے ۶۸ء میں پرچم پارٹی کے بنیاد ڈالی۔ بہت پرانا اور پختہ کار سیاستدان تھا۔ ببرک کا پورا عہد جنگ کے ایسے لامتناہی سلسلے سے عبارت تھا۔ جسکی ابتدا ہی سے مجاہدین اور روسی، کابل افواج کے درمیان جنگ کا دائرہ پورے افغانستان پر پھیلتا چلا گیا۔

اس تاریخ کا تیسرا دور، نجیب کے برسر اقتدار آنے کے بعد جنوری ۸۷ء کو نافذ العمل ہونے والے نام نہاد آشتی ملی (قومی مصالحت) اور یک طرفہ جنگ بندی کے اعلان تک محدود ہے۔ اس مرحلے کے ابتدا ہی میں کارمل کو تمام عہدوں سے الگ کر کے کسی نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ اور نجیب نے پی ڈی پی اے کمیٹی کے سربراہ اور ملک کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

نجیب چونکہ ایک تخریب کار اور کے جی بی کا بغل بردردہ ہے اس لئے اُسے کے جی بی اور "را" کے تنظیم "خار" کا سربراہ بھی روسیوں نے نجیب ہی کو چن لیا۔

نجیب کی آمد کے ساتھ ساتھ دھمکیوں۔ پاکستانی سرحدوں کے قریب مجاہدین کے مراکز پر حملوں میں اضافے کے علاوہ پاکستانی سرحدی علاقوں پر بمباری اور اندرون پاکستان تخریب کاری اور بموں کے دھماکوں کی کارروائیوں میں اچانک اضافہ نوٹ کر لیا گیا، ۱۹۸۷ء کے آغاز سے نجیب نے مجاہدین کو اب کے بار "اشرار" کے بجائے "ناراض بھائی" پکارتے ہوئے "امن" کی بحالی اور نجیب انتظامیہ کے ساتھ شامل ہو کر حکومت میں شریک ہونے کی دعوت کے ابتدائی مرحلے میں آشتی ملی یا قومی مصالحتی پالیسی کی دعوت کا اعلان کر دیا۔ اور اظہار "خیر سگالی" کے طور پر ایک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کیا۔ اور اسے چھ ماہ تک کی مدت پر محیط رکھا۔ اس بارے میں نجیب انتظامیہ کی "سنجیدگی"

بریگیڈیئر اقاحد B - M - 41 کے انتقال کے لئے آمادہ کھڑا ہے۔

کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ "جنگ بندی" کے نفاذ کی تاریخ سے ٹھیک ۲۱ دن بعد روسی کابل افواج پر مشتمل ایک بہت بڑا فوجی کانوے قندھار کی سمت روانہ ہوا۔ جس نے قندھار کی تاریخ کی چند بڑی جنگوں میں سے ایک میں حصہ لیا۔

قومی مصالحتی پالیسی کی صحیح تصویر کا اندازہ ۱۹۸۸ء کے اوائل میں ایک روسی صحافی کے دورہ افغانستان مطبوعہ زوپتیا سے لگایا جا سکتا ہے۔ صحافی کے بقول جب وہ جنوبی مغربی افغانستان

کے شہر قندھار پہنچا تو ایک روسی افسر کا بیان حالات کے درست عکاسی کے لئے کافی تھا۔ افسر کے مطابق جس کا لہجہ خاصا تلخ تھا، تم لوگ آرام دہ اور پرامن جگہوں پر رہتے ہوئے دوسروں کو ایسا ہی محسوس کرتے ہوں۔ تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ آشتی ملی کے اعلان کے بعد افغانستان کی سڑکیں اس طرف آنے والے لوگوں کے ہجوم سے بھری ہوتی ہوں گی۔ یہاں کا حال تم دیکھ رہے ہو ہم زمین پر جہنم میں رہ رہے ہیں۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ گوریلے کب اور کہاں سے ہم پر حملہ کریں گے۔ مجاہدین نے ناامنہاد جنگ بندی اور خود ساختہ آشتی ملی کے جواب میں حملے تیز تر کر دیئے۔ جواب میں بے بس انتظامیہ نے مجاہدین کو وزارتیں دینے کی پیشکش جاری رکھیں۔ جسے مجاہدین نے مسترد کرتے ہوئے روسی افواج کے مکمل انخلاء اور کٹھ پتلی انتظامیہ کی زمین بوسی تک اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ اس مرحلے میں گورباچوف ماسکو میں منعقد ہونے والی ستائیسویں عالمی کمیونسٹ کانگریس کے اجلاس میں افغانستان کو "رستا ہوا ناسور" قرار دیا۔

جہاد افغانستان کے سلسلہ وار مرحلوں میں چوتھا مرحلہ آشتی ملی (قومی مصالحتی پالیسی) سے لیکر جنیوا مذاکرات تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی مرحلے میں مجاہدین کو بے شمار ترغیبات دیکر روسی افواج کی موجودگی کے درمیانی عرصے ہی میں عسکری مزاحمت کو ختم کرنے اور کابل انتظامیہ سے سیاسی بات چیت کرنے پر آمادہ ظاہر کرنے کی کافی کوششیں کی گئیں۔ اپنی واپسی کے وعدے کو پورا کرنے کی علامتی حیثیت کے طور پر گورباچوف نے چھ طیارہ شکن یونٹوں کو واپس بلا لیا۔

جنیوا معاہدہ اس دور کا سب سے اہم واقعہ ہے جس نے جنگ بند کرنے کی بجائے جنگ تیز کرنے والے عوامل کو تقویت دی۔

اس سلسلے کا پانچواں مرحلہ جنیوا معاہدے سے لیکر روسی افواج افواج کے مکمل انخلا تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی مرحلے کے دوران میں روسی افواج کے انخلا کے ساتھ ساتھ پہلی بار روسیوں کی جانب سے مجاہدین سے براہ راست بات چیت کا کھلا یہ ملا۔ اور عبوری حکومت میں مجاہدین کے ساتھ ساتھ پی ڈی پی اے یا کابل انتظامیہ کی شمولیت کے اعلان پر زور دیا گیا۔ بات چیت کے دو بڑے ادوار طائف اور اسلام آباد میں ہوئے۔ اور دونوں جگہ مجاہدین نے روسی ایجنٹوں کی شمولیت کے امکانات کو قطعی رد اور کابل انتظامیہ کی نمائندگی کے طور پر غیر پارٹی ممبران میں سے کچھ افراد کے چناؤ کا حق اپنے پاس رکھتے ہوئے وسیع البنیاد حکومت میں شامل کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ روسیوں کی جانب سے مسئلے کو مزید الجھانے اور مجاہدین کے درمیان افتراق پیدا کر کے ان کے موقف کو کمزور کرنے کی خاطر ایران میں مقیم مجاہدین سے الگ بات چیت کا فیصلہ کیا گیا جو ہر دو ممالک یعنی ایران اور پاکستان میں مقیم مجاہدین کے نمائندہ کی باہم مشاورت سے ناکام بنا دیا گیا۔

جنگی نقصانات

بہت سے لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اس جنگ میں طرفین کے مارے جانے اور جنگ میں حصہ لینے والے اور گمشدہ افراد کی تعداد کتنی ہے۔ محتاط تخمینوں۔ بین الاقوامی تحقیقاتی اداروں کی رپورٹوں، جانبین کے اشاعتی ذرائع اور عینی مشاہدے کے مطابق متذکرہ استفسار کے بارے میں مختصر تفصیلات یہ ہیں۔

ا۔ جنگ سے قبل افغان آبادی کا تناسب یہ تھا۔

۷۹ء میں ۱۵ فیصد شہری اور ۸۵ فیصد دیہی۔ جبکہ ۸۷ء میں شہری آبادی ۲۳ فیصد اور دیہی ۷۷ فیصد ہو گئی۔ جنگ میں ہلاک ہونے والے افغان باشندے کل آبادی کا ۹ فی صد۔

اندرون ملک ہجرت کرنیوالے ۱۹ فی صد اور بیرون ملک ہجرت کرنے والے افراد کل آبادی کے ۲۳ فی صد تھے۔ ملک کے اندر موجود دیہی اور مہاجر مکمل طور پر مجاہدین کے ساتھ شریک تھے۔ اس آبادی کے تمام باشندے جزوی یا کلیتاً جہاد میں عملی طور حصہ لیتے رہے۔ شہروں کی آبادی میں بھی بڑا حصہ مجاہدین کے لئے خفیہ کمین گاہوں اور ذرائع ابلاغ کا مرکز بنا رہا۔ پاکستان میں مقیم افغان مجاہدین کی اکثریت اپنی اپنی باری پر جہاد کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

محتاط تخمینے کے مطابق میدان جنگ میں ہر وقت مسلح مجاہدین کی تعداد چار تا ساڑھے چار لاکھ پر مشتمل رہی۔ شہید ہونے والوں کی اکثریت عام باشندوں پر مشتمل تھی۔ جن کی بڑی تعداد بمباری سے ہلاک ہوئی۔

مجاہدین تنظیموں کی درجہ بندی کچھ یوں بنی۔

قومی اسلامی محاذ ملی۔ امیر پیر سید احمد گیلانی۔

جبہہ نجات ملی۔ امیر پروفیسر صبغت اللہ مجددی۔

حرکت انقلاب اسلامی۔ امیر مولوی محمد نبی محمدی۔

جمعیت اسلامی افغانستان۔ امیر پروفیسر برہان الدین ربانی۔

اتحاد اسلامی۔ اسلامی افغانستان امیر پروفیسر عبدالرب الرسول سیاف۔

حزب اسلامی (مولوی خالص) امیر مولوی محمد یونس خالص۔

حزب اسلامی افغانستان۔ امیر انجینئر گل بدین حکمت یار۔

ان کے علاوہ حرکت انقلاب اسلامی مولوی نصر اللہ منصور گروپ اور مولوی جمیل الرحمٰن کی تنظیم دو چھوٹے گروہ ہیں۔ جو مخصوص علاقوں کی حد تک اس جنگ میں شریک ہیں۔

شیعہ تنظیموں میں جن کے اثرات وسطی افغانستان جو ہزارہ جات کے نام سے موسوم ہے (غور۔ بامیان اور ارزگان کے صوبے) میں محدود ہیں۔ ان میں حرکت اسلامی نصر دو رفدائین خاصے مصروف ہیں۔

اس جنگ میں شریک روسی سپاہیوں کی تعداد کے بارے میں درست اعداد و شمار اس لئے نہیں دی جا سکتی کہ روسیوں نے کبھی افغانستان میں موجود اپنی افواج کی صحیح تعداد نہیں بتائی۔ مغربی ذرائع اطلاعات کے مطابق ان تعداد ایک لاکھ پندرہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ جن میں ایک مخصوص دوران کے لئے وارسا ممالک پولینڈ۔ چیکوسلواکیہ، کیوبا اور مشرقی جرمنی اور بھارت کے دستے۔ خصوصی افواج اور مشیر شریک رہے۔ روسی افواج کا خصوصی تربیت یافتہ دستہ جو "اسپیٹناز" کے نام سے موسوم ہے اور جدید ترین جوابی گوریلہ تربیت اور اسلحے سے لیس ہے۔ اس کی بارہ سے زائد یونٹوں نے افغانستان میں مجاہدین کے خلاف کئی برس تک بھرپور حصہ لیا ہے۔ جنوبی سرحدوں پر ان کے آپریشن ہیڈ کوارٹر کنہار کے مرکز جغہ سرائے اور ہلمند کے مرکز لشکر گاہ میں قائم کی گئی تھی۔ تاکہ جنوبی اور مغربی سرحدوں پر مجاہدین کے رسد کے راستوں اور مراکز کو ختم کر کے اندرون افغانستان تحریک جہاد کو کمزور کر دیا جائے۔ "اسپیٹناز" کے موجودگی کا راز ۱۹۸۵ء میں پاش ہوا۔

مجاہدین کے مطابق روس افواج کی تعداد ایک لاکھ ۵۰ ہزار سے زائد تھی۔ جس میں افغانستان میں موجود مستقل فوج کے علاوہ وقتاً فوقتاً دریائے آمو عبور کر کے شمالی افغانستان میں مجاہدین کے آزاد کردہ علاقوں پر حملوں کے لئے براہ راست روسی سرحدوں سے آنے والے فوجی دستے بھی شامل ہیں۔ جو کئی کئی مہینے کی جنگوں اور قیام کے بعد واپس چلے جاتے تھے۔

سوئٹزرلینڈ کے تحقیقاتی انسٹی ٹیوٹ ببلوتھیکا افغانیکا کی افغانستان پر شائع ہونے والی رپورٹ مطبوعہ ۸۶ء میں متذکرہ تعداد کی صحیح تصدیق کی گئی تھی۔

اس طرح مارے جانے والے روسیوں کی تعداد کا تخمینہ بھی

سرکیف مجاہد دشمن کے تباہ شدہ ٹینک کا معائنہ کر رہا ہے۔

مختلف اندازوں میں ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ اُسے ۶۵ تا ۳۰ ہزار افراد شمار کرتے ہیں۔ جبکہ مجاہدین کے نزدیک یہ تعداد ۵۰ ہزار سے زائد ہے۔ خود روسی اس بارے میں خاموش ہیں۔ بعض سفارتی ذرائع کے مطابق روسی سپاہیوں کی لاشوں کے لئے کابل کے نواح میں قائم شدہ لکڑی کے تابوت بنانے والی فیکٹری جس میں ۱۵ سے زائد افراد کام کرتے ہیں۔ ایک دن میں تقریباً ۹۰ تابوت تیار کرتی ہے۔ اگر یہ فیکٹری مختلف وجوہات اور تعطیلات کے بناپر سال میں ۱۰۰ دن بھی کام کریں تو گزشتہ ۹ برسوں کے دوران اس کے تیار کردہ تابوتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اگر اسے نصف بھی کر لیا جائے تو حاصل ہونے والی تعداد مجاہدین کے اندازے کے لگ بھگ جا پہنچتی ہے۔ گزشتہ برسوں سے یہ معمول رہا کہ ہفتے میں دو بار کابل ایئر پورٹ سے روسی مال بردار طیاروں میں روسی سپاہیوں کے تابوت روس جاتے تھے اب تک کی پروازوں کو انتونوف طیارے میں رکھے گئے تابوتوں کی تعداد سے ضرب دی جائے تو بھی یہ تعداد ۵۰ ہزار کو چھوتی ہے۔ مجاہدین کے نزدیک ان کے ۳۵ ہزار سے زائد افراد گمشدہ یا قید شدہ ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جن کے مارے جانے کی تصدیق تاحال نہیں ہو سکی۔ جبکہ روسیوں کے مطابق ان کے ۳۰ ہزار سے کچھ اوپر سپاہی اور افسران گمشدہ ہیں۔ جن کے بارے میں انہیں کوئی اطلاع نہیں۔

کامیابی کا راز

ایک اور سوال جو اکثر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ ایک سُپر طاقت کے بالمقابل مجاہدین نے یہ جنگ کیسے جیت لی۔ ہمارے خیال میں مختصراً اس کے وجوہات یہ ہیں۔

افغان سینکڑوں برس سے کبھی غلام نہیں رہے۔ ان کے ہاں مصلحت یا منافقت بمنزلہ کفر ہے۔

حتیٰ کہ افغان کمیونسٹ بھی کسی پردے میں ڈھکی چھپی گمراہی کے اظہار کے بجائے ابتدا ہی کھلے ارتداد اور خالص کفریہ نظریات کا برسرِ عام اعلان کرتے رہے۔ غلامی یا بیرونی تہذیبوں خصوصاً مغربی تہذیب کے اثرات سے دوری نے ان پر خارجی اقدار کا سایہ نہیں پڑنے دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شہروں میں مغرب زدہ افراد کا ایک گروہ موجود تھا۔ لیکن ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ شہری آبادی کل آبادی کا صرف ۱۵ فیصد تھی اور اس میں بھی دیندار لوگوں کی خاصی تعداد موجود تھی۔

۲۔ افغانستان اور مسلمان شروع ہی سے ہم قافیہ تھے محاورتاً بھی اور عملاً بھی۔ یہ دونوں کچھ اس طرح باہم گھل مل گئے تھے کہ ایک کو چھپائے تو دوسرے کو نکالئے۔ یہ کیفیت اس درجے کو جا پہنچی کہ افغان کا مطلب لازماً مسلمان ہونا ہو گیا۔ چنانچہ کوئی سکھ یا ہندو برسوں سے افغانستان میں رہ رہے ہیں۔ افغان کہلانے کا مستحق سمجھا جاتا۔ اس کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ قبل از اسلام افغانوں کا صیغہ اخلاقیات فطری تقاضوں سے ہم آہنگ اور بمنزلہ مذہب تھا انہوں نے تا آمد اسلام کی اور مذہب کو اپنے قوانین اخلاقیات سے اتنا قریب تر نہیں پایا۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے اپنی اخلاقیات کو اسلام سے قریب تر پایا۔ یہی سے وہ یہ نکتہ پا گئے کہ یہ مذہب سچا ہے جبھی تو یہ خطرات کے اتنے قریب تر ہے۔ شجاعت، قربانی۔ مہمانوازی۔ ایثار۔ خودداری اور آزادی سے محبت اور دیگر کئی اقدار ایسے نہیں۔ جو انہیں اپنی صیغۂ اخلاقیات اور اسلامی تعلیمات میں مشترک نظر آئیں۔ جبھی افغان دنیا کے ان چند گروہوں میں شامل ہے۔ جو بحیثیت قوم پورے کے پورے اسلام لائے۔ اسلام سے ان کی یہ والہانہ شیفتگی ان کا نظریاتی ہتھیار بھی تھے اور قانونِ قبیلہ بھی۔

۳۔ سخت کوش زندگی، کہ سخت کوشی سے تلخ زندگانی رنگین۔

۴۔ تہذیبی روایات اور معاشرتی اقدار کا سختی سے احترام مثلاً بیرون دشمن کے آمد پر باہم کش مکش کا خاتمہ اور مل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی صفت۔

۵۔ افغانستان کی تاریخی حیثیت ہمیشہ ایک چوک کی رہی ہے۔ آرنلڈ جے ٹائن بی کے مطابق یہاں سے اقوام کے لشکر گزرتے ضرور رہے ہیں۔ ٹھہرے کبھی نہیں۔ گزرنے والوں اور پڑاؤ ڈالنے والوں کو اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑا ہے

فاتحِ عالم سکندرِ اعظم، چنگیز خان، سب نے اس رمز کو سمجھنے کے بعد یہاں سے گزرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

۱۹۷۸ء افغان کیمونسٹ تنظیموں یعنی خلق اور پرچم نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد کیمونزم کے نفاذ میں بڑے جوش و خروش اور جلد بازی سے کام لیا۔ جس سے لوگوں کے تنفر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ہزاروں برس سے جمے جمائے تہذیبی نظام سے گستاخانہ چھیڑ چھاڑ۔ یہاں تک کہ اُسے بیخ و بنیاد بنا کر اکھاڑ پھینکنے کے اقدامات زرعی اصلاحات کے نام پر لوگوں سے زمین چھین لینا۔ بے شمار افراد کو محض نماز پڑھنے کے جرم میں قید کرنا۔ اسلام کے خلاف کھلی اشتعار بازی۔ خدا کے وجود سے برسرِ عام انکار پارلیمنٹ کے اجلاس میں لینین پر درود و سلام بھیجنا۔ اور حضور اکرمؐ کی موئے مبارک کی بے حرمتی۔ ایسے واقعات نہیں تھے۔ جس پر افغان عوام خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ پھر روسیوں کی آمد نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور مقامی کیمونسٹوں کے بارے میں ہر نرم گوشہ ختم کر دیا۔ افغان ملت نے اُسے خارجی کافروں کے ساتھ نتھی کر دیا۔ اور پھر کیمونسٹ کافر اور مجاہد مسلمان کے نام سے دو نئی اصلاحات مروج ہوئیں۔ اس دور میں بھائی، بھائی کے خلاف اور باپ بیٹے کے خلاف محض نظریے کے بنیاد پر علیٰحدہ ہو گیا۔

افغانوں کے مزاج میں فطری طور پر صبر، استقلال۔ رجائیت اور مناسب وقت کے انتظار کی صلاحیت پوشیدہ ہیں۔ پہاڑوں کے اس دیس میں رہنے والوں کی مثال اس بیج کی طرح ہوتی ہے جو ایک تناور درخت کو اپنے سینے میں چھپائے ہر ماحول میں زندگی کے جدوجہد کرتے مناسب موسم اور بارش کا انتظار صبر سے کرتا ہے۔ اور موقع ملتے ہی اپنی جڑیں زمین میں پیوست کر دیتا ہے۔ عناصر فطرت سے سرد و گرم سے آشنا افغان رموز سے شناور ہیں۔ مصائب کو جھیلنے میں صبر اور نماز ان کا سب سے بڑا ہتھیار رہا ہے۔ صبر نے ان پر گزرتے مصائب جھیلنے اور نماز نے سب سے برتر ہستی سے تعلق جوڑنے کی بدولت آخرت میں اچھے اجر اور دنیاوی حالات بہتر ہونے کی اُمید کی شمع جلائے رکھی۔

علامہ اقبالؒ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی

یہ تباہ شدہ صورت حال خود ہی روسی سامراجیت کی آئینہ دار ہے

راکٹ لانچر ۷ آر پی جی ٹینک شکن گروپ ہتھیار
سنگل بیرل راکٹ لانچر ۱۰۷ ایم ایم گروپ ہتھیار

سام میزائیل

بلو پائپ میزائیل

اسٹینگر میزائیل طیارہ شکن گروپ ہتھیار

چند پکڑے گئے ٹینک اور توپیں جو عموماً استعمال نہیں ہوتے انفرادی ہتھیاروں میں ۷ آر پی جی جو ہر متحرک اور سلکت چیز کے خلاف کامیابی سے استعمال کیا گیا۔ اس کا دائرہ کار طیارے۔ ہیلی کاپٹر، ٹینک۔ بکتر بند گاڑی۔ ٹرک، جیپ۔ چھاؤنی چوکی کا نوے۔ مورچے۔ بنکرز، بیرکیں۔ گودام۔ اسلحہ کے ذخائر، عمارتیں۔ دفاتر، پیادہ افواج غرض ہر چیز پہ محیط رہا۔

جبکہ گروپ ہتھیاروں میں سب سے زیادہ پراثر ۱۲ بی ایچ رہا اس کے ۸ تا ۹ کلو میٹر ہدف تک مار کرنے والے ۷۰ ملی میٹر اور ۲۳ کلو گرام وزن کے گولے دو قسم کے تھے۔ بکتر شکن اور آگ پھیلانے والے یہ ہتھیار مجاہدین کو سب سے پہلے ۸۴ء میں ملے۔

طیاروں کے خلاف کامیاب ترین ہتھیار اسٹینگر میزائیل رہا۔ اُسے ایک آدمی کندھے پر رکھ کر فائر کر سکتا ہے۔ حساس ترین کیمرہ، اور انفرا ریڈ سینسر کی بدولت اس کا ہدف سے ہٹنا بڑا مشکل ہے مجاہدین نے اس کے مدد سے ۶۰ فی صد سے زائد نشانوں کے درست ہدف حاصل کئے جو اس میزائیل ساز کمپنی کی مقرر کردہ شرح فی صد سے کہیں زیادہ ہے۔

مجاہدین نے بارودی سرنگوں سے بھی بے پناہ فائدہ اٹھایا اور انہیں روسی کابل افواج کے راستوں، گزرگاہوں اور چھاؤنیوں کے اطراف میں نصب کر کے انہیں زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ یہی ہتھیار مجاہدین کے لئے سب سے زیادہ جان لیوا ثابت ہوا۔

روسیوں کے ہتھیار

روسیوں کے ہتھیاروں میں ایک جدید ترین فوج کے لئے

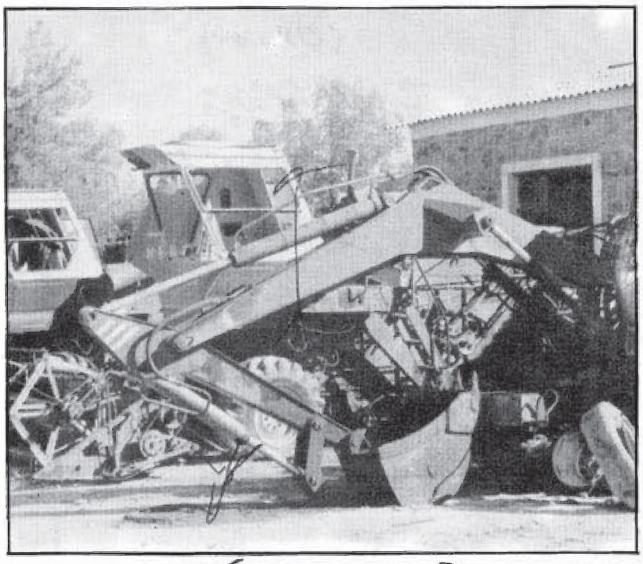

صوبہ جلال آباد، تحصیل خصنوار میں ملکدین کے اموال غنیمت

درکار تمام ہتھیار شامل تھے۔

ان میں ٹینک ۶۲-T ۵۲- طیارے مگ ۱۹ تا ۲۱، مال بردار طیارے انتونوف، ۱۲/۱۲ بمبار طیارے ۱۶- TU اور دوسرے ۲۵ تا ۱۸ TU تمام قسم کے بکتر بند گاڑیاں، پہاڑی اور میدانی ۱۵۵ ملی میٹر کی توپیں (رینج ۴۰ کلو میٹر) ملی بیرل راکٹ جن سے بیک وقت ۱۳ تا ۴۱ راکٹ پھینکے جا سکتے ہیں۔ ہیلی کاپٹر MI ۸- سے لیکر MI ۲۴ تک بی اور ڈی۔ HIND جدید کمانڈو فورس، اسپیشلز۔ مارٹر، بھاری مشین گنیں۔ راکٹ لانچر، ایکائل لیس توپیں، بے شمار اقسام کے بارودی سرنگیں۔ ڈیڑھ لاکھ سے زائد جدید تربیت یافتہ فوج۔ وارسا کے دستے اور فوجی سامان اور بھارت کے فوجی مشیر شامل ہیں۔

افغان مجاہدین اور نجیب انتظامیہ کی فوجی طاقت کا تخمینہ

تصویر میں		
۱ر	مصروف جہاد مجاہدین	۴۰ ہزار
۲ر	ہمہ وقت، حکم کے منتظر مجاہدین	تقریباً ایک لاکھ
۳ر	چند شہروں کی فتح کے بعد مجاہدین کے متوقع تعداد	تقریباً ڈھائی لاکھ
۴ر	کابل حکومت کی فوجی ریپبلیز ڈیموکریٹک پارٹی کے	۶۰ ہزار

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو، پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں، پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو، پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے، جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریّا کر
خودداریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے

بے لوث محبت ہو، بیباک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر، دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

آخری صفحے کی تصاویر

ثمر خیل نمبر (۱۱) فوجی ڈویژن کی تباہ شدہ حالت

افغان مجاہدین اپنے آزاد کردہ علاقوں میں از سرِ نو کشت کر رہے ہیں۔
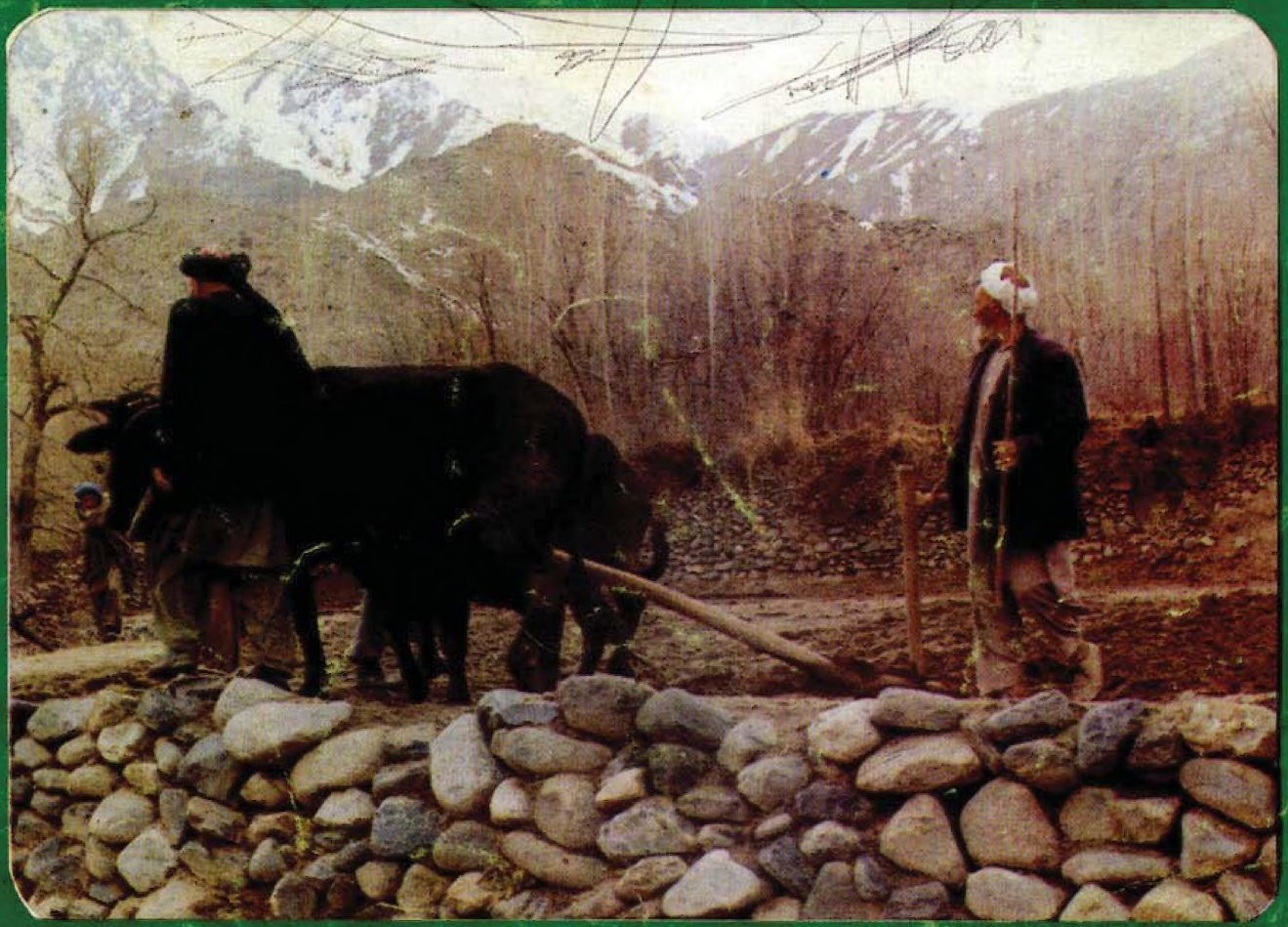
دَچاپزے